رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانے والا اکیلا اخبار

ہر مہینے کی ۳ و ۱۷ کو قادیان سے شایع ہوتا ہے

[illegible] ۱۷ اگست ۱۹۲۶ء [illegible]

يهدي الله لنوره من يشاء

نور

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے (سے)
" ششماہی " " ایک روپیہ بارہ آنے (عہ ۱۲)
" سالانہ امراء سے سات روپے (مغہ)
" " ممالک غیر سے ۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیقت ظاہر کرنا۔
۲۔ سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔
۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۱۷ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ودوان برہمچاری | نمبر ۲۱

زنبیل

اگر نور کی اشاعت سات سو ہو جائے تو پھر میں اسے انشاء اللہ مستقل طور پر ۱۲ صفحوں کا اور اگر نو سو ہو جائے۔ تو ۱۶ صفحوں کا ہفتہ وار کر دونگا۔ پھر تبلیغی مضامین کے لحاظ سے بھی آپ اسے ہندوستان کے سب پرچوں سے انشاء اللہ چوٹی پر دیکھیں گے۔ اور یہ سب آپ دوستوں کی ہمت پر موقوف ہے۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔ ہر ایک دوست کم از کم ایک ایک خریدار مہیا کر دے۔ اگر زیادہ کر سکیں تو مہربانی۔

جوابی کارڈ جن دوستوں کی خدمت میں جوابی کارڈ بھیجے گئے تھے۔ تاحال بیشتر حصہ دوستوں کی زیر حراست ہے۔ جس قدر ممکن ہو سکے جلد ہاں یا نا جس پر بھی آپ کا انشراح صدر ہو۔ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرما دیں۔ ورنہ کارڈوں کے زیر حراست رکھنے والے دوستوں کے نام اگلے پرچہ میں شایع کر دیئے جائیں گے۔

خاص شکریہ

نور کے دوبارہ اجرا پر جن دوستوں کے خطوط آئے ہیں۔ ان سب بھائیوں نے جناب مکرم و معظم حضرت میر سعادت علی صاحب کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا ہے۔ لہذا میں ان سطور کے ذریعہ ان سب دوستوں کا شکریہ جناب میر صاحب ممدوح کی خدمت میں پہنچاتا ہوں۔ اور ساتھ ہی دوستوں کی خدمت میں خصوصیت سے یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ جناب میر صاحب موصوف کے لئے خصوصیت سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حسنات دارین کا وارث بنائے۔ کیونکہ آپ کے اس مستحسن فعل نے جہاں ایک مجاہد پرچہ کے مردہ جسم میں از سر نو جان ڈالدی وہاں ہمسایہ اقوام میں احمدیت کی شان کو بھی بہت بلند کر دیا جزاک اللہ احسن الجزاء۔

تبدیل پتے: آئندہ ہفتہ نور کے چٹیں لکھی جائیں گی لہذا اگر کسی صاحب کو اپنے موجودہ پتہ کی اصلاح مطلوب ہو تو وہ ایک ہفتہ تک اس سے اطلاع دیدیں۔ اطلاع دیتے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیں ورنہ تعمیل مشکل۔

حضرت کی طبیعت سالانہ جلسہ کے بعد قریباً ناساز چلی آرہی ہے اور گذشتہ دو تین ماہ سے تو یہ شکایت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ آخر طبی مشورہ کے ماتحت حضور ایک دو ماہ کے لئے ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔ ڈلہوزی میں حضور کا یہ پتہ ہے پورٹ لینڈ ہال ڈلہوزی ضلع گورداسپور ناظرین کرام دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور کو جلد صحت کامل عطا فرماوے۔

یہ روپیہ نہیں پہنچا افریقہ سے جناب نور الدین صاحب ایس۔ پی۔ وے۔ آئی لکھتے ہیں کہ چالیس شلنگ بھیج رہا ہوں۔ اس میں علاوہ نور کے الفضل ریویو کا چندہ بھی ادا کیا جائے۔ خط کو آئے ہوئے تین ماہ ہو گئے۔ مگر ابھی تک روپیہ نہیں آیا لہذا آپ کو اپنے مقامی ڈاکخانہ سے اس کے متعلق دریافت کرنا چاہیئے پہلے بھی ۳۔ جون کو بذریعہ خط اطلاع دی گئی تھی۔ اب بذریعہ اخبار یاد دہانی کی جاتی ہے۔

ماہواری رپورٹ آئندہ ہر ماہ نور کی ماہواری رپورٹ شایع ہوا کرے گی جس میں یہ دکھلایا جایا کریگا کہ کس قدر دوستوں نے نور سے رفاقت اختیار کی اور کتنوں نے علیحدگی۔

(باہتمام شیخ عبدالمجید پرنٹر کے روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں چھپا۔ اور شیخ محمد یوسف پبلشر نے نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور سے شایع کیا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضور وائسرائے کی تقریر اور ایک آریہ اخبار کی غلط تحویل

حضور وائسرائے نے پونہ میں تقریر کرتے ہوئے یہ تین نصیحتیں کیں۔

"میں آپ سے تین باتیں کہنا چاہتا ہوں گو ان میں سے کوئی آسان نہیں۔ لیکن ان سے فائدے بہت ہیں اپنے وطن اپنے مذہب اور اپنے آپ کے وفادار رہو۔ جو بھی ان باتوں کو اپنا معیار سمجھتا ہے۔ اور حاصل کرنے کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ یقیناً وہ زندگی کے اصلی راز کے نزدیک آجاتا ہے۔ اور ان تمام فرائض کو ادا کر سکتا ہے۔ جن کا اخوت انسانی ہم سے مطالبہ کرتی ہے"

حضور وائسرائے نے یہ نصائح بحیثیت مجموعی ہندو اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کیں، مگر قربان جایئے مہاجی اخبار پرتاپ کی الٹی سمجھ کے کہ جناب وائسرائے کی ان نصیحتوں کی حسب ذیل غلط تحویل کرتا ہے

"ان سطور میں لارڈ ارون نے ہندوستان کے مسلمانوں کو تین نصیحتیں کیں۔ آج وہ نہ اپنے مذہب اور نہ اپنے وطن اور نہ اپنے آپ کے وفادار ہیں۔ مذہب کے نام پر وہ دوسرے برادران وطن پر عرصہ زندگی تنگ کر رہے ہیں۔ اسی مذہب کے نام پر وہ دوسروں کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیتے۔ اور اسی مذہب کے نام پر دوسروں کے حقوق چھینے جا رہے ہیں۔ وطن سے انکو کوئی محبت نہیں۔ یہاں قحط پڑ جائیں لیکن ان کا ہا تھ عرب اور حجاز کی طرف ہی جائیگا۔ وائسرائے نے انہیں ایک طرح سے محب وطن بننے کا سبق پڑھا دیا"۔ ۳۱۔ جولائی۔

اب ہم اس آریہ اڈیٹر کی تحریر کو صداقت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھتے ہیں۔ پہلے یہ بات کہ مسلمان اپنے وطن کے وفادار نہیں ہیں۔ اس الزام کے نیچے ہندو ہیں یا مسلمان۔ ہندوؤں نے ہندو سبھا کی صدارت کے لئے دو دفعہ یہ کوشش کی کہ مہاراجہ نیپال ان کی سبھا کی کرسی صدارت کو مزین فرما دیں"۔ لے دے کر ہندوؤں کی مہاراجہ نیپال پر ہی نظر جم سکتی تھی۔ یہ دوسری بات تھی کہ ہر دفعہ ہی مہاراجہ نیپال نے ان کی درخواست کو ٹھکرا دیا۔ مگر ہندوؤں کی بس کی جو بات تھی وہ تو کر ہی گذرے۔ برخلاف اس کے آگے گئے گذرے زمانہ میں بھی با اختیار مسلمان بادشاہ موجود ہیں۔ جو اپنی ثروت اور دبدبہ کے لحاظ سے بہت بلند پایہ رکھتے ہیں مگر کیا کبھی مسلم لیگ کے سامنے یہ سوال پیدا ہوا کہ کسی غیر ملک کے مسلمان بادشاہ یا وزیر یا اور کسی بڑے لیڈر کو لیگ کی صدارت کی دعوت دی جائے یہ دونوں قوموں کے طرز عمل کا کھلا ہوا راز ہے میں فی الحال اس بات کو نظر انداز کرتا ہوں۔ جو پچھلے دنوں سوامی شردھانند نے چین اور جاپان وغیرہ کو بھی بدھ مذہب کا پیرو ہونے کے سبب سے ہندو اتحاد میں شامل کرنے کی دور از کار ڈینگ لگائی تھی۔

مسلمانوں کی وسعت قلبی اور فراخ حوصلگی کوئی کر کے تو دکھلائے ابھی یہ کل کی بات ہے کہ مسلمانوں نے اور تو اور سوامی شردھانند جیسے معاند اسلام کو اپنی جامع مسجد کے ممبر پر کھڑا کر کے ممبر کے بھرشٹ کرانے میں بھی دریغ نہ کیا۔ کیا ہندو کوئی مثال ایسی پیش کر سکتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ پھر اڈیٹر پرتاپ کا یہ کہنا کہ مسلمان مذہب کے نام پر دوسرے برادر وطن کے لئے عرصہ زندگی تنگ کئے جا رہے ہیں"

یہ صرف تنگ نظری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا طرز عمل بہت وسیع اور فیض رساں رہا ہے۔ جن دنوں ہندو مسلم اتحاد کی کچھ جھلک شروع ہوئی تھی مسلمانوں نے گاؤکشی قریباً ترک کر دی تھی۔ مگر ہندو اس بات پر بھی خوش نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے۔ یا تو شاہ آباد اور کرتارپور ایسی خونریزی اور جدال و قتال سے بزور ڈنڈا مسلمانوں سے گاؤکشی چھڑا لی جائے اور یا پھر بذریعہ قانون مسلمانوں کو اس امر سے بے دست و پا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس زمانہ میں ہندوؤں کی طرف سے پے در پے ایسی کوششیں بھی ظہور میں آئیں حالانکہ جناب گاندھی جی نے صاف طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ اگر ہم ہندوستان میں گاؤکشی بند کرا سکتے ہیں۔ تو صرف مسلمانوں کے ساتھ صلح سے۔ لیکن مسلمان جب ہندوؤں کو مسجدوں کے سامنے ڈھول پیٹنے سے منع کرتے ہیں۔ تو ہندو یہ صاف کہتے ہیں۔ کہ ہمیں یہ قانونی حق ہے۔ کہ نماز پڑھتے وقت ہم مسلمانوں کے سر پر ڈھول پیٹیں۔ اگر ہندوؤں کو ایسا کوئی حق ہے تو پھر مسلمانوں کو بھی یہ حق ہے کہ وہ قربانی گاؤ کریں۔ پھر مسلمانوں کے اس فعل کو کیوں برا مانا جاتا ہے۔ اگر ہندو مذہبی معاملہ میں مسلمانوں سے قربانی کے خواہشمند ہیں۔ تو وہ خود کیوں اس طرف قدم اٹھانے کا نام نہیں لیتے۔ سوامی شردھانند ڈاکٹر مونجے سوامی ستیہ دیو بھائی پرمانند نے بارہا یہ جوشیلی تقاریر کیں۔ کہ اگر مسجد کے سامنے مسلمانوں کو ہمارا ڈھول پیٹنا برا معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ پھر اپنی مسجدیں شہر سے باہر اٹھا کر لے جائیں۔ کیا اگر ان کے بالمقابل مسلمان یہ کہیں کہ اگر آپ کو ہمارا مذہبی تیوہار اور اس میں گائے کی قربانی بری معلوم ہوتی ہے تو اپنے گھروں کو اٹھا کر باہر لے جائیں۔ اب دیکھو نا بھی رواداری میں کس نے عرصہ حیات تنگ کیا ہوا ہے کیا اڈیٹر پرتاپ کو ان مذکورۃ الصدر ہندو لیڈروں کی وہ جوشیلی تقاریر بھول گئیں۔ جب میں انہوں نے علانیہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ مسلمان یا تو شدھ ہو جائیں یا پھر عربی بھاشا وغیرہ کو ترک کر کے ہندوانہ نام اور ہندوانہ تمدن اختیار کریں۔ اور یا پھر بوریا بستر باندھ کر یہاں سے چلتے نظر آئیں۔ کیا ان سینہ زوریوں کی موجودگی میں اڈیٹر پرتاب کو یہ حق ہے۔ کہ وہ یہ کہہ کر کہ مسلمانوں نے مذہب کے نام پر ہندوؤں کا قافیہ تنگ کر دیا ہے زبان طعن دراز کرے ع

اے ایاز قدر خود بشناس

الخلیل کا دور جدید

اخبار الخلیل بجنور یوپی کئی ماہ سے ابر میں تھا۔ بحمد اللہ کہ اب مستقل انتظام و کافی سرمایہ سے پھر آب و تاب کے ساتھ جاری ہو گیا ہے۔ اور باوجود ضخامت اسکے طبع اور بہتر کاغذ و مضامین کے قیمت سالانہ پیشگی پانچ روپیہ (عہ) سال حال کے لئے ہے عہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندو جاتی اور سکھ گورو

جس میں واقعات کی بنا پر ثابت کیا گیا ہے کہ سکھ گوروؤں نے ہندو قوم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کی خاطر کوئی تکلیف اٹھائی۔

از قلم مہاشہ سنت رام آشفتہ سابق اڈیٹر دہرم ہیر لاہور

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

نمبر ۱

پرکاش کا بے اصولا ایڈیٹر سکھ ہندو انتحاد کے عنوان سے ۱۱ جولائی کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ سکھوں نے ہندو قوم کی رکھشا کے بارے میں جس کے لئے گورو تیغ بہادر نے اپنا جیون (زندگی) تک قربان کر دیا تھا۔ اب ہندوؤں سے الگ رہنا چاہتے ہیں" یہ تحریر صاف بتلاتی ہے کہ ایڈیٹر پرکاش مسلمانوں کے ساتھ بوقت پرخاش ہندوؤں کی طرف سے سکھوں کو آگے کر کے انہیں قربانی کا بکرا بنانا چاہتا ہے۔ مگر درحقیقت کیا آریہ سکھوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ جب لائل پور میں آریوں کی طرف سے سکھوں کے پیارے کیسوں کی بے ادبی کی گئی۔ اس وقت یہ پرکاش کا ایڈیٹر کہاں تھا۔ کیا اس نے اس وقت آریوں کو کوئی جھاڑ ڈالی نہیں بلکہ آریوں کے اس فعل کو سراہا۔ اور سکھوں کے زخموں پر نمک پاشی کی۔ اور اس وقت جب آنجہانی پنڈت رام بھجدت صاحب آریہ نے بحیثیت پریذیڈنٹ آریہ سماج لاہور سکھوں کے حق میں جس شستہ کلامی کا اظہار کیا تھا۔ گو پبلک کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ مگر اخبار کے کالموں کی سیاہی ابھی تک اس سے خشک نہیں ہوئی ہوگی جاؤ آج سے چند سال قبل سیالکوٹ میں جو آریوں نے سکھوں کے خلاف اکھاڑہ جمایا تھا۔ اور جس میں بھائی "مردانہ" کے لفظی معنوں کی آڑ لیکر شری گورونانک دیوجی مہاراج کی ذات والا صفات پر جو حملے کئے گئے تھے۔ تاہنوز کرہ ہوائی سے اس کی صدائے بازگشت آ رہی ہے۔ کیا پرکاش کے ایڈیٹر نے کبھی ان لوگوں پر پھٹکار ڈالی۔ سیالکوٹ کے معاملہ میں آریوں کی طرف سے سکھوں کے خلاف جو لیڈنگ پارٹ ایڈیٹر پرکاش نے لیا۔ پرکاش کے فائل اس کے بہترین گواہ ہیں۔ شری سوامی دیانند بانیٔ آریہ سماج نے سکھوں کے واجب الاحترام گورو حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی شان مبارک میں جو شستہ کلامی کا اظہار ستیارتھ پرکاش میں فرمایا کیا کبھی ایڈیٹر پرکاش نے اس پر اظہار خیال کیا بلکہ انکو سکھوں کے کانوں تک یہ شستہ کلامی پہنچانے کے لئے ستیارتھ پرکاش کا گورمکھی ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔

آج سے چند سال قبل آریہ سماج سکھ گوروؤں کے متعلق جس قسم کے خیالات رکھتا تھا۔ وہ مہاشہ سنت رام صاحب آشفتہ سابق ایڈیٹر دہرم ہیر لاہور کے اس مضمون سے جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے۔ ایڈیٹر

"ہم جب سے پیدا ہوئے۔ اور ہوش سنبھالا۔ اس وقت سے ہمارے کانوں میں اس قسم کی صدائیں آنے لگیں۔ اور اس وقت آ رہی ہیں۔ کہ اگر سکھوں کے گورو نہ ہوتے۔ تو ہندو جاتی کا نام و نشان تک اس صفحہ ہستی پر نظر نہ آتا۔ سکھ گوروؤں نے ہندو قوم پر اس قدر اپکار کئے ہیں۔ کہ وہ تمام عمر ان کے احسانات کے بوجھ سے اپنی گردن ہلکی نہیں کر سکتی۔ ہم نے ان صداؤں کو سنا اور نہایت خوشی سے سنا۔ بمثل اس کے کہ خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے۔ جو اس قسم کی صداؤں کے بلند کرنے والے تھے۔ اور نہایت شوق اور زور و شور سے اس راگ کو گانا شروع کیا۔ کہ اگر نہ ہوتے گورو گوبند سنگھ تو ہوتا ہندو دہرم کا ناش" ہر محفل مجلس سبھا اور سوسائٹی میں سکھ گوروؤں کا ذکر خیر بڑے ادب سے کرتے۔ اور ان کا نام نہایت اخلاص اور فخر سے لیتے تھے۔ تمام کے تمام لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت و تقدیس کا سکہ بٹھانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر وہ زمانہ آیا کہ سکھوں نے ہندوؤں سے علیحدگی کا راگ الاپنا شروع کیا۔ ہم ہندو نہیں ہم ہندو نہیں ہم ہندو نہیں کا چاروں طرف شور بلند ہوا۔ ہمارے گورو ہندو نہیں تھے۔ وید اور شاستر کو نہیں مانتے تھے۔ رشی منیوں کو بے حقیقت سمجھتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ کی گونج اٹھی۔ ہم حیران کہ ایشور یہ کیا ماجرا ہے۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اگر سکھ گورو نہ ہوتے۔ ہندو جاتی تباہ ہو جاتی، مر جاتی مٹ جاتی، معدوم ہو جاتی، اور دوسری طرف ان کے ہندو ہونے سے انکار کیا جاتا ہے۔ جو شخص ہندو نہیں ہندوؤں کے وید اور شاستروں کو نہیں مانتا۔ ان کی تعلیم کو اچھا نہیں سمجھتا۔ وہ ہندو قوم کا کیسے رکشک ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح ہندو قوم کی حفاظت اور رکھشا کے لئے تن من دھن قربان کر سکتا ہے۔ یہ خیالات تھے۔ جو ہمارے دل میں پیدا ہوئے۔ اور دماغ میں اس قدر تانتا باندھا کہ ہم مجبور ہو گئے کہ سکھ لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ جو سکھ گورو ہندوؤں سے علیحدہ، اور ہندوؤں کی تعلیم سے غیر قانع، اور ہندوؤں کے لٹریچر کو ناکافی سمجھتے تھے انہوں نے سچ مچ کوئی اوپکار بھی کیا ہے۔ یا یونہی ہندو قوم کو ممنون و مشکور بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ہم نے سکھوں کے گوروؤں کے حالات کو پڑھا۔ اور اول سے آخر تک پڑھا ان کے اپکاروں کی تلاش میں تمام کا تمام سکھ اتہاس چھان مارا لیکن ناظرین سچ جانیئے کہ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

اس شعر کے مصداق باوجود تلاش بسیار کے کچھ نہ ملا۔ اور ناکام رہنا پڑا۔ بلکہ نتیجہ بالکل برعکس نظر آیا۔ ہمیں کسی فرد یا جماعت کی دل آزاری مقصود نہیں۔ اور نہ ہی سناتن دہرم ہمارا دہرم ہے ہمارے ویدبھگوان کی آگیا ہے کہ سربیہ چکشو شا سمیکشنہ ہے یعنی تمام پرانی ماتر کو ایک نظر سے دیکھو۔ ہاتھی سے لیکر چیونٹی تک محبت اور پیار کرو۔ اسواسطے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم اپنے مضمون کو نہایت متانت اور سنجیدگی سے ایک غیر متعصب مورخ کی حیثیت میں پیش کریں گے۔ کسی مغربی وودان اور یورپین سیاح کی کتاب کا حوالہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں کسی مخالف کی تحریر سے قائل کرنا نہیں چاہتے۔ ہم جو کچھ لکھیں گے سکھ اصحاب کی بنائی ہوئی کتب سے اخذ کر کے لکھیں گے۔ اور سکھ گوروؤں کی عزت اور ادب کا خاص احترام مد نظر رکھیں گے۔ اس لئے نہیں کہ وہ سکھوں کے گورو ہیں۔ ایک نئے مذہب کے بانی ہیں یا انہوں نے ہندو قوم پر کوئی احسان کیا ہے .... بلکہ اس لئے کہ وہ بھی انہی رشیوں منیوں کی سنتان اور ہندو جاتی کے نونہال تھے جس کی سنتان ہونے کا ہم سب کو فخر ہے۔ اور اسی بھارت ماتا کی خاک و خون سے پیدا ہوئے تھے جس سے کہ ہم۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ جو بیچ میں آگیا اور درج کرنا پڑا اب ہم اپنے اصل مضمون کی طرف آتے ہیں۔ اور جتلانا چاہتے ہیں۔ کہ آیا سکھ گوروں نے ہندو جاتی پر کوئی اپکار بھی کیا ہے۔ یا محض من گھڑت کہانیاں اور فسانہ جات ہی ہیں۔

خالصہ اتہاس پڑھو اور غور سے پڑھو مسلمان بادشاہوں کی گوروؤں کے ساتھ وجہ مخاصمت کی تہ تک پہنچ جاؤ تو کیا نظر آئے گا۔ اور کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس کا اختصار ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) مسلمان بادشاہوں اور حکام کے ساتھ گوروؤں کی لڑائیاں ہندوؤں کے لئے نہ تھیں اور نہ ہی ان سے ہندو قوم کی رکھشا مقصود تھا۔

(۲) مسلمان بادشاہوں کی وجہ مخاصمت سکھ گوروؤں کی وہ چھیڑ چھاڑ تھی۔ جو بعض دفعہ وہ مسلمان حکام سے یا کارندوں کے ساتھ کر بیٹھتے تھے۔

(۳) سکھ گوروؤں پر سختی کئے جانے کا باعث وہ عداوت تھی۔ جو چندو لال کے خاندان کے دل میں بعض حالات کی وجہ سے پیدا ہو چکی تھی۔

(۴) سکھ گوروؤں کی نسبت بدظنی ان کے رشتہ داروں کی طرف سے پیدا کی جاتی تھی صرف اس لئے کہ ان کے ساتھ گدی کا جھگڑا برپا رہتا تھا۔

ثبوت اول۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سکھ گوروؤں کے دلوں میں اپنی طاقت کو بڑھانے اور اپنے جتھے کو قایم کرنے کا خیال پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔ اور انہوں نے اس پر عمل در آمد کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مسلمان حاکموں کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکنے لگے تھے۔ لیکن ان کی تکلیف اور مصیبت کا آغاز گورو ارجن دیو سے شروع ہوتا ہے۔ جنہوں نے کہ جہانگیر کے باغی لڑکے خسرو کو پانچ ہزار روپیہ نقد کی امداد دی تھی۔ اسی جرم میں ان کو دو لاکھ روپیہ جرمانہ ہوا۔ اور وہ ادا نہ کر سکنے کی صورت میں موت کا منہ دیکھنا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ چندو لال نے ان پر سختیاں کیں۔ اور طرح طرح کے مظالم ان پر روا رکھے۔ جس کا یہ باعث تھا۔ کہ گورو صاحب نے اس کی لڑکی کا ناتا اپنے لڑکے کے واسطے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ سچ ہوگا اور بالکل سچ ہوگا۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ گورو ارجن دیو نے ہندو قوم کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانے کے لئے جان دی۔ بلکہ ان کی موت کا باعث باغی شہزادہ کو روپے سے امداد دینا یا چندو لال سے ذاتی رنجش تھی۔ اور بس۔

ثبوت دوم۔ گورو ہر گوبند سنگھ جی شہنشاہ جہانگیر کا نوکر تھا۔ اور اس کی طرف سے ہندو راجاؤں سے لڑتا رہا۔

ثبوت سوم۔ جہانگیر کی موت کے بعد شاہجہاں کے زمانہ میں گورو ہر گوبند سنگھ نے بادشاہ کے استاد قاضی رستم خاں سے ایک گھوڑا خریدا اور چند دنوں کے بعد اس کا روپیہ ادا کرنے سے انکار کیا۔ قاضی نے غصہ میں کہا کہ اگر آج روپیہ نہ دو گے تو کل داماد بن کر لو نگا۔ اس پر بابا بڈھے نے کہا کہ گورو صاحب روپیہ دیں گے۔ مگر داماد بن کر۔ اور آخر یہ ہوا کہ قاضی صاحب کی لڑکی کولاں جو روز محل سے گورو صاحب کو دیکھا کرتی تھی کمند کے ذریعہ محل سے اتری۔ اور گورو صاحب کے ساتھ امرتسر چلی گئی۔ اس پر قاضی نے ان کے برخلاف دعویٰ دائر کیا۔ لیکن وزیر خان۔ جو ہمیشہ ان کا طرفدار رہتا تھا اس نے خارج کرا دیا۔

ثبوت چہارم۔ گورو ہر گوبند نے موضع گٹھالہ کے جنگل میں ایک شاہی باز اڑتا ہوا پکڑ لیا۔ اور سرکاری اہلکاروں کے تقاضہ پر بھی نہ دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ ان پر فوج کشی کی گئی۔ اور ہزاروں ہندو جوان کی سکھی کا دم بھرتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ لڑتے ہوئے قتل ہوئے۔ شہر امرتسر لوٹا گیا۔ اور گورو صاحب نے بھاگ کر موضع جھبال میں پناہ لی۔

ثبوت پنجم۔ گورو ہر گوبند کے جہاز ادبھائی مہربان سوڈھی اور چندو لال کے لڑکے کرم چند کی ترغیب سے ناظم جالندھر کی ان پر چڑھائی اور اس میں ہزارہا آدمیوں کی تباہی۔

ثبوت ششم۔ گورو ہر گوبند کی تحریک پر بدھی چند نامی جھبنہ جاٹ نے شاہی اصطبل سے دو گھوڑے چرائے۔ اور ان کو لا کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی فوج ان پر حملہ آور ہوئی۔ ہزاروں ہندوؤں کے سر تن سے جدا ہو گئے۔

ثبوت ہفتم۔ گورو ہر گوبند کا شاہی قیدیوں کو پناہ دینا۔ اور شکایت۔

ثبوت ہشتم۔ گورو ہر رائے نے دارا کو فوج سے مدد دی۔ اور اورنگ زیب کی فوج سے ان کی سپاہ مقابلہ کرتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ دہلی میں طلب ہوئے لیکن انہوں نے بجائے خود جانے کے اپنے بیٹے رام رائی کو بھیجا۔ مگر اس نے اورنگ زیب کی اطاعت قبول کر لی اور اپنی جان بچا لی۔

پہلے آٹھ گوروؤں کے حالات پڑھتے ہوئے کسی واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ انہوں نے ہندو قوم کے لئے کوئی تکلیف اٹھائی۔ یا مصیبت جھیلی۔ یا کسی آفت کا سامنا کیا۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے مسلمان بادشاہوں کو اس لئے اپنا دشمن بنایا۔ کہ ان کے باغیوں کو پناہ دی اور روپیہ سے ان کی مدد کی۔ خواہ مخواہ کی مسلمان حاکموں سے چھیڑ خانی روا رکھی۔ یا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گدی کا تنازعہ رہا اور چندو لال کے خاندان کے ساتھ بگاڑ پیدا ہو گیا۔ ہم ان لوگوں کو جو کہا کرتے

ہیں۔ کہ ہندو قوم پر سکھ گوروؤں نے اپکار کئے چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ بتلائیں کہ وہ اوپکار کیا کیا ہیں۔ دوسرے نمبر میں ہم گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ کی قربانیوں اور اپکاروں پر روشنی ڈالیں گے۔ جن کے لئے ہندو قوم کو ممنون بنایا گیا۔ اور بنایا جا رہا ہے۔ اور پھر کسی درست نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔

نمبر ۲

گذشتہ ماہ کے نمبر میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ سکھوں کا یہ راگ کہ ان کے گورو ہندو قوم کے رکھشک تھے اور ہندوؤں کی خاطر مصائب و آلام کا شکار ہوئے محض بے معنی اور بالکل غلط ہے۔ ہم نے واقعات کی بنا پر اس بات کو ثابت کیا تھا۔ کہ پہلے گورو سے آٹھویں تک اگر مسلمان بادشاہوں کے عتاب کا نشانہ بنے۔ تو اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے بعض ایسے کام کئے تھے۔ جن سے ایک حکمران قوم کو ان پر فوج کشی کرنا ایک لازمی امر تھا۔ اگر سکھ گورو مسلمان حاکموں سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتے۔ یا شاہی باغیوں کو مدد نہ دیتے۔ تو ان پر کسی سختی کا نازل ہونا ایک ناممکن امر تھا۔ آج ہم یہ ثابت کریں گے۔ کہ گوبند سنگھ صاحب نے بھی ہندو قوم کی خاطر کوئی لڑائی نہیں کی۔ اور نہ ہی اسکی رکھشا (حفاظت) کے لئے کسی قسم کی قربانی کی۔ انہوں نے اگر مسلمان بادشاہوں سے لڑائیاں کیں۔ یا تکلیفات اور دکھوں کا منہ دیکھا تو اس کا سبب یہ تھا۔ کہ وہ اپنی نئی سلطنت قایم کرنا چاہتے تھے۔ اور اپنے والد تیغ بہادر کے جذبہ انتقام سے معمور تھے۔ یہ تیغ بہادر صاحب کیوں قتل کئے گئے۔ انہوں نے ہندوؤں کی خاطر قربانی کی۔ یا کسی اور وجہ سے جان دی۔ یہ ایک لمبی بحث ہے۔ جو اگلے نمبر میں شایع کی جائے گی۔ اس وقت صرف یہ کہنا ہوگا۔ کہ گوبند سنگھ صاحب نے بلا تمیز ہندو اور مسلمانوں کے لڑائیاں کیں۔ بلکہ زیادہ تر ان کا جنگ و جدل ہندوؤں کے ساتھ تھا۔ مسلمان حاکموں کو صرف ہندوؤں کی مدد کے لئے شامل ہونا پڑتا تھا۔ اور یہ ان کا اخلاقی فرض تھا۔ کہ وہ اپنے ماتحت اور کمزور ہمسایہ سلطنتوں میں امن و امان قایم رکھیں۔ تمہید کو طول نہ دیتے ہوئے اب ہم ٹھوس واقعات پیش کرتے ہیں۔ کہ ہمارے دعوے میں کہاں تک صداقت ہے۔ اور ہم کس قدر راستی سے کام لے رہے ہیں۔

(۱) پہلی جنگ آپکی راجہ بھیم چند کہلوڑیہ والئی بلاسپور سے ہوئی۔ جس میں بقول سکھ مورخان فتح آپ کو ہوئی۔

(۲) جن دنوں آپنے آنند پور چھوڑ کر بمقام سرمور قیام فرمایا۔ اور وہاں پاونٹہ نام ایک قلعہ بنوایا۔ راجہ بھیم چند کے لڑکے کی شادی تھی۔ اور بائیس پہاڑی راجہ برات میں شامل تھے۔ برات فتح شاہ سری نگریہ کے ہاں جا رہی تھی۔ لیکن راستہ میں سکھوں کی فوج ڈیرہ ڈالے پڑی تھی۔ ان لوگوں نے آپ کو پیغام بھیجا۔ کہ آپ فوج گذرگاہ سے ہٹالیں۔ مبادا سکھوں اور اس کے درمیان فساد ہو جائے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم محض بغرض جنگ وارد ہیں۔ اور اس کے لئے شمشیر بدست آمادہ و تیار ہیں۔ راجاؤں نے فساد کی بچنے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اور کسی دیگر گذرگاہ سے پار ہو گئے۔

(۳) راجہ فتح شاہ جس کے سمدھی کو راستہ نہ دیا تھا اس نے حملہ کیا اور ایک خونریز لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں راجہ ہری چند نے آپ پر حملہ کیا۔ اور ایک ہی تیر سے گھوڑے کو ہلاک کر دیا۔ دوسرے تیر سے آپکا جسم زخمی ہوا۔ لیکن سکھ مصنفوں کے قول کے مطابق وہ خود بھی مارا گیا۔ اس جنگ میں سید بدھو شاہ پیر ساڈھورہ نے خوب مدد کی۔ اور جوہر مردانگی دکھائے۔ جس کی وجہ سے آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ اور بدھو شاہ کو سند خوشنودگی اور دستار عطا کی گئی۔ آپ نے اپنا شانہ بھی ان کو دیا جو ابتک ان کی اولاد کے پاس ہے۔ اس کے بعد باہم صلح ہو گئی۔

(۴) سکھ مصنف لکھتا ہے۔ کہ صلح تو پہاڑی راجاؤں سے ہو گئی۔ لیکن گورو صاحب کو یہ صلح پسند نہ تھی کیونکہ وہ مسلمانوں سے اپنے والد صاحب کے قتل کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور ان کی سلطنت کو نقصان پہنچانا ایک ضروری امر خیال کرتے تھے۔ لہذا انہوں نے پہاڑی راجاؤں کے مال پر دست تطاول دراز کر کے ان سے پھر بگاڑ لی۔ آخر پہاڑی راجاؤں اور بھیم چند نے تنگ آکر عرائض بغرض امداد بحضور شہنشاہ دہلی ارسال کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہزادہ معظم جو لاہور کی طرف آرہا تھا۔ اس کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ گورو صاحب پر فوج کشی کرے۔

(۵) سکھ مصنف لکھتا ہے۔ کہ جب دہم بادشاہ (گورو گوبند صاحب) پر شاہی فوج نے چڑھائی کی اور پندرہ ہزار کی جمعیت میں زیر کمان ناموخان اس نے آنند پور حملہ کیا تو بائیس پہاڑی راجہ بھی اس کے ساتھ شامل تھے۔ چھ مہینے تک آنند پور کا محاصرہ رہا۔ گورو صاحب نے فتح پائی۔ لیکن کیرت پور چلے گئے۔ اور وہیں ایک پہاڑی پر رہنے لگے۔

(۶) راجہ بھیم چند نے بیس ہزار روپیہ صوبہ سرہند کو دیا۔ اس کی مدد لیکر گورو صاحب پر چڑھائی کی اور میدان مخالفین کے ہاتھ رہا۔ گورو صاحب کو کیرت پور چھوڑنا پڑا۔ اس لڑائی میں کئی سکھ بھی ساتھ چھوڑ گئے آپ دو سال تک ادھر ادھر گھومتے پھرے۔ اور جمعیت کی فراہمی میں سرگرم و ساعی دیکھے گئے۔

(۷) راجہ کلوٹہ سے آپ کی لڑائی ہوئی اسکو جوالا مکھی کانگڑہ کے مہنت نے پانسو سواروں سے مدد دی۔ اس لئے فتح حاصل کرنے کے بعد مقام جوالا مکھی کو خوب دل کھول کر آپ کے سکھوں نے لوٹا۔

اسی طرح جتنے واقعات ہیں۔ اور ان کو گورو گوبند سنگھ صاحب کی زندگی کے ساتھ تعلق ہے۔ ان سب میں ہندو پہاڑی راجاؤں کے ساتھ نبرد آزمائی ہوئی اور مسلمانوں کی مدد پائی جاتی ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس حالت میں یہ راگ کیوں گایا جاتا ہے۔ کہ اگر نہ ہوتے گورو گوبند سنگھ تو ہوتا ہندو دہرم کا ناش ہاں اگر پہاڑی راجاؤں کو مسلمان تسلیم کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ گوبند سنگھ صاحب کی زندگی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے گذری۔ (باقی)

شذرات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملزم کون ہے

پرکاش ۲۱ جولائی کے اشو میں لکھتا ہے کہ:-

"کون نہیں جانتا کہ مسلمان آج . . . . . ہندوؤں کو تباہ کرنے کا اور ملک میں اسلامی راج قایم کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں. ان کی خوش قسمتی سے حالات اس وقت ان کے موافق ہیں. گورنمنٹ ہندوؤں سے روٹھی ہوئی ہے. اس لئے کہ سوراجیہ کی جنگ میں ہندو ہی گورنمنٹ سے نبرد آزما رہے ہیں"!

نور:- دروغ گو را حافظہ نباشد یہ مثل ایڈیٹر پرکاش پر صادق آتی ہے. وہ ایک طرف تو مسلمانوں پر یہ الزام لگا رہا ہے. کہ ہندوؤں کو تباہ کرکے وہ مسلم راج قایم کرنا چاہتے ہیں. دوسری طرف وہ اپنی بے بسی کا اس لئے ماتم کر رہا ہے. کیونکہ ہندو سوراج قائم کرنا چاہتے تھے. اس لئے گورنمنٹ ہندوؤں (آریوں) سے روٹھی ہوئی ہے. بتلائیے اب ملزم کون؟ اگر مسلمان آریہ نما ہندو یا ہندو نما آریوں کی بدنی ہوئی نیت کو دیکھکر ان سے الگ ہو گئے. تو اس میں مسلمانوں کا کیا قصور. اس کا ماتم تو ہندوؤں کو اپنے آپ کرنا چاہیئے. جن کی نیتوں نے یہ گل کھلائے اور جب تک ہندوؤں کے دلوں سے یہ وہم دور نہیں ہوگا. کہ مسلمان یا تو اشدھ ہو کر بے دین ہو کر ہمارے غلام ہو کر رہیں. اور یا پھر عرب کی طرف ہجرت کر جائیں. تب تک دمن غنفار رہے گا اور دن بدن یہ آزرگی اور کشیدگی زیادہ بڑھے گی ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

تباہ کرنا کس کا شیوہ ہے

اسی نوٹ میں ایڈیٹر پرکاش نے لکھا ہے. کہ مسلمان ہندوؤں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ صریح بہتان ہے. جب ہند وسط ایشیا سے ہندوستان میں وارد ہوئے تو اصلی باشندوں کو ذلیل وخوار کرکے یا تو جنگلوں میں بھگا دیا. اور جو قسمت کے مارے ہندوؤں میں مقیم رہے. ان کے ہاتھ بول و براز صاف کرنے کا جھاڑو اور ٹوکری دیکر انھیں اس ذلیل ترین خدمت بجالانے کے لئے مجبور کیا گیا چنانچہ اس کا یہ صریح ثبوت ہے. کہ سوائے ہندوستان کے اسلامی یا یورپین ممالک میں بحیثیت قوم کے یہ بھنگی پن کی لعنت نہیں پائی جاتی. اس ساخت و پرداخت کا فخر صرف ہندو نیشن کے ہی حصہ میں آیا ہے. برخلاف اس کے جب مسلمان بحیثیت فاتح ہندوستان میں وارد ہوئے. تو انہوں نے اپنی سلطنت میں بڑے بڑے عہدے ہندوؤں کو دے کر ہندوؤں کو اپنی حکومت کا ساجھی بنایا وزیر مال اور کمانڈنگ انچیف سے بڑھکر اور کوئی ذمہ واری کا عہدہ نہیں ہو سکتا. ان ہر دو عہدوں پر ہندوؤں کو فائز کیا. جنکی اولاد اب باوجود مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سوار ہونے کے ان کو ایک آنکھہ نہیں دیکھہ سکتی. اور اگر خدانہ خواستہ ہندوؤں کو سیاسی رنگ میں مسلمانوں پر کچھہ بھی تفوق حاصل ہو جاوے تو پھر یہ مہذب سوسائٹی نہایت آسانی کے ساتھ ہندوستان کی وسیع دھرتی مسلمانوں کے لئے تنگ کر سکتی ہے. اب غور کرو کہ تباہ کرنے کا کس کا شیوہ ہے

کس کا مذہب تباہ کرنیکی تعلیم دیتا ہے

قران پاک تو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اگر خطرناک سے خطرناک دشمن بھی تم پر حملہ آور ہو تو بھی مقابلہ میں اتنا ہی ہاتھہ اٹھاؤ جتنا کہ مخالف نے تم پر اٹھایا. ورنہ تم ظالم شمار کئے جاؤ گے اور جو لوگ امن سے رہتے ہیں. ان کے ساتھ تو خواب میں بھی تعرض نہ کرنا چاہئے. برخلاف اس کے آریہ تعلیم کیا ہے ذرا گوش و ہوش سے سنیئے. ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۴۷ پر بانیئے آریہ سماج لکھتے ہیں کہ:-

"جو ایشور کے احکام ویدوں کے خلاف نہیں وہ دھرم اور جو احکام ویدوں کے خلاف ہیں. اس کو ادھرم کہتے ہیں"!

گویا ویدوں کے ماننے والے دھرمی ہیں اور دوسرے لوگ عیسائی، یہودی، برہمو، سکھہ، دیو سماجی، جینی، مسلمان وغیرہ ادھرمی ہیں.

دھرمی اور ادھرمی کی یہ تعریف معلوم کرکے اب اس کے نتیجہ پر غور کیجئے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۴۷ پر لکھا ہے کہ

"ادھرمی خواہ سب سے بڑھ کر صاحب وسیلہ نہایت طاقتور اور صاحب لیاقت بھی ہو. تو بھی اس کی بربادی تنزل تخریب میں لگا رہے. یعنی جہاں تک ہو سکے وہاں تک اسکی طاقت کو گھٹائے"!

بتلائیے اب تباہ کرنے کا شیوہ کسکی سرشت میں ہے. اور کون سی مذہبی کتاب اس کے لئے اپنے پیرو کو مذہبی رنگ میں ایسی خطرناک ہدایات دے کر انہیں اس کے لئے آمادہ و مستعد کرتی ہے.

ہر دو اقوام کی شرافت کا موازنہ

خواہ سنی ہو یا شیعہ. حنفی ہو یا وہابی. احمدی ہو یا اہل قران وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ہر ایک کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو محبت کا سمندر موجزن ہے. وہ اظہر من الشمس ہے. مگر ہندوؤں نے رنگیلا رسول" اور" وچتر جیون" نامی کتابیں لکھہ کر ایک طرف مسلمانوں کے دلوں کو بری طرح مجروح کیا تو دوسری طرف ملک میں بدامنی کا بیج بویا. جسے اور تو اور خود ہندو بھی بہتر سمجھہ سکتے ہیں. مگر دوسری طرف مسلمان چاہتے تو رنگیلا کرشن اور رنگیلی دروپدی وغیرہ لکھکر اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتے تھے. مگر نہیں نہیں مسلمانوں کی شرافت نے ایک منٹ کے لئے بھی اس کمینہ فعل کو پسند نہیں کیا. کیونکہ قران مجید انہیں یہ ہدایت فرماتا ہے کہ کوئی گاؤں ایسا نہیں جس میں ہم نے ہدایت کے لئے کسی نذیر کو نہ بھیجا. اس بنا پر بعض مسلمان تو فی الحقیقت سری کرشن اور رام چند جی مہاراج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو نذیر ہی سمجھتے ہیں۔ اور باقی بھی ان پر گمان نیک کرتے ہیں۔ کہ شاید یہ اسی ذیل میں آئیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نذیر ہونے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس لئے مسلمان تو ہندوؤں کے بزرگان اسلاف کی شان میں بوجہ اپنی مذہبی تعلیم اور ذاتی شرافت کے منہ کھولنا پسند نہیں کرتے۔ مگر دوسری طرف آریہ لوگ مسلمانوں کی اس شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے اور اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ ان کا یہ طرز عمل جو انہوں نے "رنگیلا رسول" اور وچیتر جیون (عجیب زندگی) لکھکر پیش کیا ہے۔ وہ اب طشت از بام ہے۔ کیا یہ واقعات ہر دو اقوام کی شرافت کا بہترین ثبوت نہیں ہیں۔ اے آنکھوں والو غور کرو؟

آریہ گورنمنٹ کو ڈرانا چاہتے ہیں

۲۱۔ جولائی کا پرکاش لکھتا ہے کہ ہندوستان کو سنگھٹن کی تعلیم کس نے دی آریہ سماج نے آریہ دہرم سنرکھشنی سبھا نے

۲۵ جولائی ۱۹۲۶ء

کا دن اس مطلب کے لئے مقرر کیا ہے۔ کہ ہر ایک آریہ سماج اس دن اپنے جلسے کرے جس میں آریہ سماجیوں کے پیدائشی حق پر ان کے نگر کیرتن بند کر کے جو حملہ کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق زبردست تقریریں ہوں۔ اور اس دن جو آریہ سماج کی تاریخ میں ایک یادگاری دن ہوگا۔ حکام کی اس سینہ زوری کے خلاف زبردست پروٹسٹ کا ریزولیوشن پاس کیا جائے۔ تاکہ ایک ہی بار ملک کے اطراف و جوانب سے گورنمنٹ کے سامنے ریزولیوشنوں کا انبار لگ جانے پر اسے معلوم ہو جائے۔ کہ اس کے بعض حکام نے جو غلطی کی ہے۔ اس کا کیا اثر ہوا ہے۔

ریزولیوشن پاس کرنا معمولی بات ہے۔ اس لئے محض ریزولیوشن پاس کرنے سے کوئی دن تاریخی دن نہیں ہو سکتا۔ لیکن ۲۵۔ جولائی کے تاریخی دن ہونے کی وجہ آریہ دہرم سنرکھشنی سبھا کا مجوزہ ریزولیوشن پاس کرنا نہیں۔ اس کی وجہ ہوگی۔ تو یہ کہ اس دن کو آریہ سماج کے اتہاس میں ستیہ آگرہ کی تحریک کی بنیاد رکھنے کا دن ہونے کا فخر حاصل ہوگا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ ریزولیوشن خواہ ہزاروں کی تعداد میں پاس کر دیئے جائیں جب تک اس کی پشت پر کوئی عملی کارروائی نہ ہو گورنمنٹ ان سے ڈرنے کی نہیں!"

نور وقت بتلا دے گا کہ آریہ سماج کہاں تک گورنمنٹ کو ڈرانے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر ایسی بھبکیوں سے گورنمنٹ ڈرنے لگی تو پھر وہ حکومت کر چکی۔

مگر پرکاش کے ایڈیٹر نے یہ بھی دیکر سرویں ٹائن چرول کی اس زبردست شہادت کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے۔ جو آپ نے اپنی مشہور کتاب "ہند میں شورش" کے آٹھویں باب پنجاب و آریہ سماج کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھی ہے۔

جو خود گمراہ وہ دوسرے کا کیسے رہنما؟

پرکاش ۲۱۔ جولائی کے صفحہ ۱۱ پر درج ہے کہ:۔ "ایک آدمی کو میں نے ودوا شادی کے منتر پڑھتے دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔ اوم۔ اوم۔ اوم۔ اوم۔ اوم سواہا لاؤ سوا روپیہ۔ اوم۔ اوم۔ اوم۔ اوم۔ اوم سواہا چڑھاؤ سوا روپیہ اس پر پرکاش بہت تعجب کرتا ہے۔ مگر تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس قوم نے کبھی ویدوں کی شکل ہی نہ دیکھی ہو۔ اپنے مذہب اور کتب سے اس قدر بیگانی ہو چکی ہو۔ اس سے بڑھ کر اور توقع ہی کیا ہو سکتی ہے۔ مگر کیا مذہبی تعلیم کے نقطہ خیال سے جس قوم کی حالت اس درجہ پر پہنچ چکی ہو۔ وہ کس طرح اشدھی وغیرہ کا ڈھونگ رچاکر دوسرے لوگوں کے ایمان خراب کرنے کا حوصلہ کر سکتی ہے۔ مگر آریہ بھی دل سے خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی مذہبی اشدھی نہیں۔ بلکہ ایک سیاسی چال ہے۔ اور بس۔

آریوں کی جھگڑالو عادت اور ایک آریہ کی شہادت

سوامی منگلا نند عرب میں بزعم خود اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کے لئے گئے ہیں۔ وہ ۲۱ جولائی کے پرکاش میں لکھتے ہیں کہ:۔

"میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ابھی جو نوجوان عربی کے عالم و فاضل ہماری سماج میں پرچار کر رہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تعداد ایسی ہی کہ مسلمانوں سے جھگڑا فساد ہو جایا کرتا ہے۔ بس وہ کرپا کر کے یہاں ہرگز ہرگز آنے کا کشٹ (تکلیف) نہ کریں نہیں تو خطرہ ہے کہ یہاں کی سرکار اس نویں (نئے) لہلہاتے پودے کو (بغداد آریہ سماج) کہیں جڑ سے اکھاڑ کر نیست و نابود نہ کر دے"۔ اس سے بڑھ کر آریوں کی جھگڑالو عادت ہونے کی متعلق اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے۔ اب آریہ سماج کو غور کرنا چاہیئے کہ اگر عرب میں امن کی ضرورت ہے تو کیا ہندوستان میں امن کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا ہندوستان میں آریہ مبلغوں کا اس لئے بدامنی پھیلانا کہ ایک یا دوسری وجہ سے ہندوستان میں ان کی باگیں ڈھیلی ہیں زیبا ہو سکتا ہے۔ کیا اس شہادت کی موجودگی میں اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل ہے کہ ہندوستان کے مذہبی کرہ ہوائی میں جو آئے دن جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا سہرہ آریہ سماج کے ہی سر پر ہے۔ ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

آریہ سماج کا بے اصولپن

مشہور مثل ہے کہ کسی نے اونٹ کو بیگار میں پکڑنا چاہا اس نے جھٹ کہدیا کہ میں شتر مرغ ہوں۔ جب شکاری اس کے پیچھے لپکے تو اس نے فوراً کہدیا کہ نہیں نہیں میں تو اونٹ ہوں۔ مگر آریوں کے بے اصولپن نے اس مذکورۃ الصدر حکایت کو بھی مات کر دیا ہے۔ باوجود کثرت ازدواج کے حامی و عامل بزرگوں کی اولاد ہونیکی موجودگی میں بکثرت ازدواج کو زناکاری کہدینے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور پھر موقع آجانے پر طلاق دینے کے باوجود طلاق کی برائیوں کے ڈھول پیٹتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں نہ تو کثرت ازدواج ضروری اور نہ طلاق ضروری۔ مؤخر الذکر شق کو اسلام اخلاقی طور پر بہت برا سمجھتا ہے۔ مگر انسانی فطرت اور مشکلات کو ایک سماوی مذہب ہی بہتر سمجھتا تھا۔ اس لئے بحالت ضرورت اسلام نے کثرت ازدواج اور طلاق کی اجازت کو جائز رکھا۔ مگر اس آریہ گروہ پبلک میں ڈھول بجانے والوں کا خلوت میں کیا طرز عمل ہے ذرا اس کا ادنیٰ سا نمونہ ملاحظہ ہو۔

پرکاش میں طلاق

۲۱ جولائی کے پرکاش میں ملک رنبیر سنگھ جو اپنے آپ کو راسخ العقیدہ آریہ سماجی بتلاتا ہے اس کا ایک مضمون صفحہ ۵ پر درج ہے۔ جس میں وہ ایک سادہ (راسخ العقیدہ) سداچاری دنیک چلن تعلیم یافتہ لڑکی کا خواہشمند ہے جس کی عمر دس یا چودہ سال کی ہو (صغر سنی کی شادی کی مخالفت کی ایک ادنیٰ مثال) اس کے علاوہ جن صفات کی وہ لڑکی چاہتا ہے اس کی تشریح یا بیان اس نے پرکاش کے پورے ½ کالم میں کیا ہے۔ جو پڑھنے کے قابل ہے۔ اخیر پر وہ لکھتا ہے کہ "میرا سمبندھ (تعلق) جنوری سنہ ۲۵ء میں لالہ ..... کی لڑکی سے ہوا تھا۔ یہ تعلق کبھی ایک کارٹون (اسباب) سے کچھ ٹوٹ چکا ہے اور جلد ہی مکمل طور پر توڑ لیا جاوے گا۔"

اب کیا یہ طلاق نہیں ہے طلاق کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے طلاق کے معنی میاں بیوی کی جدائی کے ہیں۔ ایڈیٹر پرکاش کو اگر کچھ بھی اصول کا پابند ہو تو وہ ہرگز آئندہ طلاق کی مخالفت میں قلم نہ اٹھائے۔ مگر تجربہ بتلاتا ہے کہ پرکاش کا طرز عمل ہمیشہ .... پیش مرداں بیاید رہا ہے۔ اور اگر اس طرز عمل پر پرکاش مضبوطی سے قائم رہا تو کچھ تعجب نہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ ضرب المثل پیش مرداں بیاید کی بجائے پیش پرکاش بیاید میں منتقل ہو جائے۔

جانوروں سے بدتر سلوک

پرکاش اپنے ۱۷ جولائی کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ: "ہندو خود ہندوؤں سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرتے ہیں۔"

ہندوؤں کے متعلق پرکاش کا یہ ریمارک کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ وہ قوم جس کی اخلاقی حالت اس درجہ تک پہنچ چکی ہو۔ کہ اور تو اور خود اپنے لوگوں کے ساتھ بھی وہ درندوں کا سا سلوک کرنے سے گریز نہ کریں۔ تو دریں صورت مسلمانوں کے ساتھ وہ جو کچھ بھی سلوک کریں کم اور مسلمانوں کا گلہ بے فائدہ۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس حسن اخلاق اور ذہنی کیفیت پر آریہ سماجی، مسلمانان اور عیسائیوں کو اپنے ریوڑ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ وہ بھی اس اخلاق سوز رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ آریہ سماجی اگر غیر مذاہب کو دعوت دیتے ہیں۔ تو پہلے انہیں اپنی ذہنی کیفیت کا علاج اور اخلاق کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی وفات پر مجلس شوریٰ کا ریزولیوشن

بر رپورٹ ناظر اعلیٰ کہ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور جو سابقین اولین میں سے تھے۔ اور جماعت احمدیہ کے ایک نہایت مخلص اور وقیع فرد تھے۔ اور انہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہت قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی وفات پر مجلس معتمدین (جس کے وہ قدیم ممبر تھے۔ اور حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نامزد کردہ ممبر تھے) اور مقامی مجلس شوریٰ دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ اور ان کے پسماندگان کے ساتھ پوری پوری ہمدردی رکھتی ہے۔

نوٹ

یہ نوٹ عزیز المکرم مولوی عبدالکریم صاحب جالندھری (مولوی فاضل) کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ امید کہ دوست انہیں دلچسپی سے پڑھیں گے۔ "ایڈیٹر"

آریوں کی تبلیغی کوشش

۳۷۵ اشخاص کی شدھی

۲ جولائی کو موضع ماجرا تحصیل شکر گڑھ میں زیر اہتمام آریہ سماج شکر گڑھ "۳۷۵ چماروں کی بڑی دھوم سے شدھی ہوئی"

(پرکاش ۲۶/۷ ۱۰)

مسلمان بھائیو! ذرا اس قوم کی طرف دیکھنا جس کا مذہب اس کو غیروں کے شامل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور نہ ہی اس کا مذہب اس قابل ہے۔ کہ اس کو انسان قبول کر کے مذہب کی غرض کو پورا کر سکے۔ مگر پھر بھی وہ رات دن اس کی اشاعت میں کوشاں ہے۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اوروں کو چاہ ضلالت میں گرنے سے بچائیں۔ اور ان کو وہ صراط مستقیم دکھائیں جو ان کو خدا کا مقرب اور پیارا بنا دے۔

آریہ سماج کی شکست

آریہ سماج آجکل شدھی پر بہت زور دے رہی ہے۔ اور اس میں وہ اپنی کامیابی اور زندگی خیال کرتی ہے۔ لیکن اس کا یہ فعل دراصل اس کی شکست ہے۔ کیونکہ اپنے مذہب کے خلاف ایک کام کرنا عمداً اپنے مذہب کا بطلان کرنا ہے کیا آریہ سماج بتا سکتی ہے۔ کہ ان کے بزرگان اسلاف نے شدھی کو روا رکھا؟ کیا دوسروں کو اپنے اندر داخل کرنے کی اجازت دی گئی کیا دوسروں کو اپنا بنا کر اپنوں کا سا سلوک کیا گیا؟

اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو کیا یہ آریہ سماج کی شکست نہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریہ سماجیوں کے خلاف نیش زنی

اس عنوان سے پرکاش اپنی اشاعت ۱۰ جولائی ۱۹۲۶ء میں لکھتا ہے
"نہ معلوم ڈاکٹر کچلو کو آریوں سے کیوں خدا واسطے کا بیر ہے۔ کہ وہ سناتنیوں کو آریہ سماجیوں کے خلاف بھڑکانے کی مذموم کوشش میں اپنے ایمان کی سلامتی سمجھتے ہیں آخر آریہ سماج کا کیا قصور ہے"۔

کیا اچھی نصیحت کی ہے۔ کہ ایک کو دوسرے کے خلاف نہ بھڑکانا چاہیئے۔ اور ایسا کرنا ایک مذموم فعل ہے۔ لیکن ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا کہیں یہ "دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت" والا معاملہ تو نہیں۔ تین روز پہلے کی اشاعت میں خود پرکاش اس مذموم فعل کا مرتکب ہوا ہے۔ "احمدی کدھر گئے" اس عنوان سے لکھتا ہے کہ "مدہینہ" نے جو سیاسی مسلم اتحاد پیش کیا ہے۔ اس میں احمدیوں کو نہیں رکھا۔ احمدیوں کی غیرت کہاں گئی۔ وغیرہ یہ سوال علیحدہ ہے کہ سیاسی اتحاد میں شامل کیا ہے یا نہیں؟ مگر پرکاش بقول خود اس مذموم فعل کا مرتکب ضرور ہوا ہے جس پر وہ ۱۰ جولائی کے پرچہ میں اظہار نفرت کرتا ہے۔

ڈاکٹر کچلو صاحب اور ان کا کام

ایڈیٹر پرکاش کا یہ الزام کہ ڈاکٹر صاحب موصوف دو قوموں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے ہیں سراسر غلط ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا طرز عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر آپ ان کی وہ تقاریر پڑھیں جو انہوں نے دورہ بنگال میں کی ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے کس قدر حامی ہیں۔ آپ ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ کبھی انہوں نے سناتن دھرم کو آریوں کے خلاف بھڑکا کر ملک میں فساد ڈلوایا ہو۔ ہاں ہم یہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اور آپ کی اس طرز کی داد دیتے ہیں۔ کہ آپ نے ڈاکٹر صاحب کو نشانہ اعتراض بنا کر سناتنیوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اور چاہا ہے کہ وہ بھی آریوں کی طرح ہر جگہ ایسی تحریکوں کو جاری رکھیں جن سے ملک میں فساد پھیلے۔ جیسا کہ واقعات شاہد ہیں۔ سنگھٹن کی تحریک نے جو رنگ ہندوستان میں اختیار کیا ہے کیا وہ سناتن دھرمیوں سے پوشیدہ ہے؟

کیا مسلمان ہندوستان چھوڑ دیں گے،

تحریک سنگھٹن و شدھی سے جو حرکات ہندوستان میں رونما ہو رہی ہیں۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ بہت جگہوں پر فساد ہوا مسلمانوں کا نقصان ہوا۔ اور بہت زیادہ ہوا لیکن ہندو بھی ان نقصان سے بچے نہیں۔ کچھ نہ کچھ نقصان ان کا بھی ہوا ہے۔ خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ یہ تحریکات جس قدر ترقی پر ہیں اسی قدر فسادات کا اندیشہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے بعض ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو یہ آواز بھی سنائی دیتی ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑے گا لیکن کیا یہ خیال درست ہے؟ کیا ان فسادات کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ مسلمان ہندوستان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ کیا ہندوستان میں امن قائم ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں! مسلمان بھی یہاں رہیں گے ہندو بھی یہیں رہیں گے۔ دونوں قومیں یہاں کی باشندہ ہیں۔ کوئی بھی اپنے وطن کو نہیں چھوڑے گا۔ یہ خیال کہ کوئی قوم یہاں سے چلی جائے گی ایک وہمی خیال ہے۔ ہاں ان باتوں سے بھولے بھالے لوگوں کی بھڑکا کر ملک کے امن کو توڑا جائے گا۔ لیکن یہ بھی زیادہ عرصہ نہیں جلد ہی لوگ ان لوگوں کی چالوں سے واقف ہو جائیں گے۔ جو اس قسم کی چالوں سے ملک کے امن کو برباد کر کے قوم کا لیڈر بننا چاہتے تھے۔ اے لیڈران ہندو قوم! ان تحریکات کو چھوڑو کہ جس کا انجام ملک میں بد امنی اور انجام بنی نوع انسان کی تباہی ہے۔

اگر واقعی ہندوستان کی ترقی کے حامی ہو تو ان امور کو ترک کر دو جن کے ذریعہ ہندوستان کی ترقی میں رکاوٹیں پڑ رہی ہیں۔ یاد رکھو! کہ اس کا نتیجہ لوگوں کی چالوں کو خطرہ میں ڈالنا ہوگا کون نہیں جانتا کہ ہر قوم اپنی ترقی کی خواہاں ہے کیا اگر آریہ سماج اس قسم کی تحریکات کو جاری رکھے گی جن کے ذریعہ مسلمانوں کو مالی و جانی نقصان پہنچانا مقصود ہے تو مسلمانوں کو اپنے تحفظ کا خیال نہ آئیگا اور ضرور آئیگا لیکن نتیجہ وہی ہوگا جس کے تصور سے بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا آپ لوگ ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرماویں گے۔ اور اس راہ کو اختیار کریں گے۔ جو دونوں قوموں کے لئے یکساں مفید ہو۔ یعنی محبت اور پیار

نیوگ اور دعا

پرکاش لکھتا ہے کہ:۔ "قادیانی خلیفوں کی دعاؤں کی طاقت بھی معلوم ہوتا ہے شیطان کی آنت کی طرح بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اب اس میں لڑکے دینے کا اعجاز بھی پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ الفضل میں ایک قادیانی خاکسار لکھتے ہیں۔ کہ مسکین کے ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور خلیفۃ المسیح ثانی کی دعاؤں سے فرزند عطا کیا ہے"۔ مسلمانو! اگر لڑکے چاہتے ہو تو خلیفۃ المسیح ثانی کی دعاؤں کو حاصل کرنے کا انتظام کرو"۔

مذکورہ بالا نوٹ میں جس تہذیب سے کام لیا ہے۔ اس سے ہم کو سروکار نہیں وہ تو آریہ سماج کا حصہ ہے۔ بے شک جس مذہب میں روحانیت نہیں۔ جن کا خدا کسی کی دعا نہیں سنتا۔ جن کا پرمیشر اپنی قدرت سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس مذہب کی پیرو کار مسئلہ دعا کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ اور اس میں ہم ان کو معذور خیال کرتے ہیں لیکن اس قدر دریافت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام نے دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ بزرگوں سے دعا کروانے کا حکم دیا۔ اور دعا کا یہ اثر بتلایا ہے

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زور دعا دیکھو تو

مگر کیا آریہ سماج نے بھی لڑکے حاصل کرنے کی کوئی ترکیب بتائی ہے۔ اگر کسی کے ظاہری اسباب ایسے ہوں کہ لڑکا پیدا ہونے کی امید نہ ہو تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریہ سماج اس کو کیا تعلیم دیتا ہے۔ کیا نیوگ کے سوا اور بھی کوئی صورت ہے۔ اب شیطان کی لمبی آنت کا فقرہ صحیح معنوں میں برکات و عا پر چسپاں ہو سکتا ہے یا نیوگ کے فعل عبث پر اسے پرکاش کے ایڈیٹر کے سوا اور کون زیادہ بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اگر اب بھی ایڈیٹر پرکاش کی سمجھ اس کا ساتھ نہ دے تو وہ نیوگ کے مایہ ناز مسئلہ کے متعلق سشن کورٹ پشاور اور ہائی کورٹ پٹیالہ کے فیصلے دیکھ لے جس نے ہمیشہ کے لئے اس مہذب فعل کا فیصلہ کر دیا ہے۔

شیطان کی آنت دفتر پرکاش میں

منتری آریہ سماج راولپنڈی ایک بچے کے منڈن سنسکار کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں "ایشور لڑکے کی عمر دراز کرے"! (پرکاش)

ایڈیٹر پرکاش تو دعائی طاقت کو شیطان کی آنت بتاتے ہیں اب پرکاش بتائے کہ اگر دعا لغو و باطل بقول ایڈیٹر پرکاش شیطان کی آنت ہے تو اس نے اس آنت کو اپنے دفتر میں کیوں گھسنے دیا۔ یا یہ آنت دفتر پرکاش میں کسی اور کی آنت بن گئی تھی۔ پر سچ ہے کہ

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

آریہ یتیم خانوں کی حقیقی غرض
مسلمان بچوں کا شرمناک اغوا

میاں محمد حنیف خان صاحب سکنہ موضع برکھا تحصیل غازی آباد ضلع میرٹھ کے دو بچے مسمیان محمد صدیق اور محمد رفیق جن کی عمر بارہ اور دس سال کی ہے۔ اسلامیہ سکول مظفر نگر میں تعلیم پاتے تھے۔ پچھلے سال تعطیلوں کے ایام میں وہ اپنے گھر آئے ان کی والدہ نے کہا کہ تمہارے والد دہلی میں ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم ان کے پاس دہلی چلے جاؤ۔ والدہ سے ریل کا کرایہ لے کر یہ بچے گھر سے رخصت ہو گئے۔ راستہ میں ان کے چند پیسے گر گئے۔ اس لئے وہ غازی آباد ٹکٹ کے ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ غازی آباد کے سٹیشن پر ایک سماجی انہیں بہلا پھسلا کر اپنے ہمراہ ہاپڑ لے گیا یہاں ان کی شدھی کی گئی۔ پھر ان کو بلند شہر اور وہاں سے بریلی کے آریہ یتیم خانہ میں پہنچایا گیا ۱۵ / اپریل ۱۹۲۵ء کو یتیم خانہ کے رجسٹر میں ۱۴۱ اور ۱۴۲ نمبر دے کر ان کا نام پربھو دیال اور دین دیال پسران دہرم چند قوم راجپوت ساکن میرٹھ درج کیا گیا۔ بیچارے والدین ایک عرصہ دراز تک تلاش جاری رکھنے کے بعد مایوس ہو گئے۔ اور بچوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

سماجیوں کی طرف سے ان بچوں پر سخت نگرانی رکھی گئی۔ تاہم تیرہ چودہ ماہ کا عرصہ گذرنے کے بعد وہ اپنے والدین کو خط لکھنے میں کامیاب ہو گئے اس خط کے ملتے ہی میاں محمد حنیف خان دیوانہ وار بریلی پہنچے۔ ۱۲۔ جولائی کو کلکٹر صاحب بریلی کی خدمت میں درخواست دی گئی۔ اور انہوں نے یہ معاملہ مسٹر جی۔ این۔ او گرہ سٹی مجسٹریٹ کے سپرد کر دیا۔ سٹی مجسٹریٹ صاحب نے جناب سید حسن صاحب کوتوال کو ساتھ لے کر اگلے دن ظہر اور عصر کے درمیان یتیم خانہ پر چھاپہ مارا۔ اس وقت تمام لڑکے صف باندھے کھڑے تھے۔ محمد صدیق اور محمد رفیق اپنے باپ کو دیکھ کر فوراً محبت سے بے قرار ہو گئے۔ اور بلا تامل اس سے لپٹ گئے۔ تینوں باپ بیٹے سٹی مجسٹریٹ کی موجودگی میں اس قدر روئے کہ یتیم خانے پر سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد سٹی مجسٹریٹ صاحب نے دونوں لڑکوں کا بیان لے کر انہیں باپ کے حوالہ کر دیا! مسلمانان بریلی کلکٹر صاحب کی اس مستعدی کے مداح ہیں۔ بریلی ۱۷۔ جولائی صوفی بشیر الدین ناظم اشاعت اسلام

نور:۔ کیا اب بھی آریہ یہ دعوٰی کر سکتے ہیں کہ ان کی تبلیغ امن کی تبلیغ ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کی حفاظت رکھیں ورنہ اس مذکورۃ الصدر لوٹ کی موجودگی میں آریوں کی ...

پشاور کے دیسی عیسائیوں میں ہیجان

عیسائی مشن کے ایک رکن مسٹر گھوش نے یہاں کے دیسی عیسائیوں کو "چوہڑے عیسائی" کہا جس سے ان کے درمیان سخت برہمی پھیل گئی۔ انہوں نے انگریزی پادری صاحب کے پاس اس امر کی شکایت کی۔ مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا۔ کہ یہ معمولی بات ہے۔ پادری صاحب کے اس ارشاد نے ان لوگوں کے جذبہ غیظ و غضب کو اور بھی بھڑکا دیا۔ اب ان عیسائیوں نے گرجے جانا بند کر دیا ہے۔ بلکہ وہ احتجاجی جلسے کر کے لاٹ پادری صاحب کے دربار میں عرض و معروض کرنے والے ہیں۔ ان میں سے اکثر مسلمان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ **نور:۔** سوائے اسلام کے اور کہیں مساوات نہیں یہ اسلام کی ادنٰی سی خوبی ہے کہ اسکی گود میں آ کر بھنگی اور برہمن کی امتیاز ...

ہندو غور کریں

سوامی شردھانند نے ۱۳ جولائی کو لکھنو میں آریہ سماج اور ہندوؤں کے ایک جلسہ میں تقریر کے دوران میں گائے کی قربانی کے متعلق فرمایا مسلمان بقر عید کے موقعہ پر ۳۰ یا ۴۰ ہزار گائیں قربان کرتے ہیں۔ مگر فوج کے لئے دس لاکھ، شہری آبادی کی خوراک کے لئے ۱۵ لاکھ اور چمڑے کے لئے ۴۰ لاکھ گائیں ہر سال ذبح کی جاتی ہیں۔ تم مشین گنوں کے ڈر کے مارے فوج سے تو گائے چھین نہیں سکتے مسلمانوں سے بقر عید کے موقعہ پر کیوں بے فائدہ لڑتے ہو۔

کیا آپ کا گھر ان کتابوں سے خالی ہے

ماں بچے کی نگہداشت بچوں کی بیوقت موت پر ماں باپ کو سر پکڑ کر رونے کی بجائے اس غم کا علاج کرنا چاہیئے۔ زچاؤں کی صحت سے بے پرواہی اور بچوں کی پرورش سے غفلت برتنے نے خانہ داروں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ لیکن یہ رسالہ آپکا سچا رہبر ثابت ہوگا بہت مقبول ہوا ہے۔ سال بھر میں دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے قیمت ۶/ علاوہ محصول، ٹکٹوں کے بھیجنے میں کفایت رہے گی۔

رفیق زمیندار ہر شخص کا بہترین رہبر۔ زمینداروں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے قیمت ۸/ پتہ مولوی محمد قمر مہتمم

... مسیح مزید تشریح کی محتاج نہیں۔

سوامی دیانند صاحب اور انکا علم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آج ہم اپنے ناظرین کا ایک نئے قلمی معاون سے تعارف کراتے ہیں۔ آپ کا اسم گرامی منشی محمد داؤد خان صاحب ہے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اور آریہ مذہب کے متعلق آپ کے معلومات کس قدر وسیع ہیں سو اس مضمون کے ملاحظہ سے ناظرین خود اندازہ لگا سکیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ انشاء اللہ ہر پرچہ میں منشی صاحب موصوف کا کوئی نہ کوئی قابل قدر مضمون شایع ہوا کریگا۔ جسے مسلمان بھائی تو الگ آریہ دوست بھی ذوق شوق سے ملاحظہ فرمایا کریں گے۔

(ایڈیٹر)

نہ جانا حضرت زاہد کے تسبیح و مصلے پر
بڑے چلتے ہوئے حضرت ہیں انکو ہم سمجھتے ہیں

ایشور کسی کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۹ اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۷ پر تحریر کرتے ہیں۔ اور جو رحم اور انصاف نہیں رکھتا وہ ہرگز خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷

(خاکسار) سوامی دیانند صاحب کی قابلیت کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایشور کسی کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ اور اگر ایشور بذریعہ رحم کے گناہ معاف کرتا ہے۔ تو وہ پاپوں میں اضافہ کرتا ہے۔ اور اگر وہ رحم نہیں کرتا تو وہ خداوندی صفت سے خارج ہوتا ہے کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ پرمیشور کی خوب خبر لی ہے۔ پرمیشور اگر رحم کرے تو جب پرمیشور پر اعتراض اور اگر رحم کو کام میں نہ لاوے۔ تب اعتراض۔ لہذا اس شخص سے ہر شخص کو ڈرنا چاہیئے۔ جو خدا سے بھی نہ ڈرے اور جو اس کے دل میں آوے الٹا سیدھا وہی گھسیٹے بتلاؤ تو اس میں سے کون سی تعلیم حق بجانب ہے ”عقلمند غور کریں۔ ..... اور یہ ظلم کہ اس

مریم کنواری کے ہاں لڑکا ہونا۔ جو کسی سے ہم بستر ہونا نہیں چاہتی لیکن خدا کے حکم سے فرشتہ نے اس کو حاملہ کیا۔ یہ خلاف از انصاف ہے۔

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷۰۶)

(خاکسار) سوامی صاحب نے اس جگہ پر بلا باپ کے بچہ ہونے کی بات کو ایک بڑے تعجب اور انصاف کے خلاف دیکھا ہے۔ ہائے تعصب بری چیز ہے ان کو اصلی بات دکھائی نہ دی۔ اس جگہ پر تو ایک لڑکے کا بلا ماں باپ کے پیدا ہونا خلاف انصاف کہا ہے۔ لہذا میں سوامی دیانند جی کو بے ماں باپ کے انسانوں کا پیدا ہونا دکھاتا ہوں۔

پرمیشور پرماتما نے بے عناصر اور سانکلپک یعنی ماں باپ کے بغیر پیدا ہونے والی لوگوں کو پیدا کیا۔ (منوشاستر ادھیائے ایک اشلوک ۳۲)

لہذا کلام مقدس کی تعلیم پر جو سوامی دیانند نے اعتراض کیا ہے۔ وہ منوشاستر پر ہو گیا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ سوامی دیانند جی اعتراض کرتے وقت اپنی طرف نہیں دیکھا کرتے تھے کیا وہ خدا جو سینکڑوں کیڑوں مکوڑوں اور جانداروں کو بلا ماں باپ کے کروڑوں کی تعداد میں سالانہ پیدا کر دیتا ہے وہ ایک بچہ عورت سے بلا باپ کے پیدا نہیں کر سکتا۔ افسوس یہاں پر بھی پرمیشور پر سوامی دیانند نے حملہ کیا ہے۔ اور ملاحظہ ہو آپ سورہ یوسف پر اعتراض کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔

”اس سورہ میں باپ بیٹے کے درمیان مکالمہ کی صورت میں قصہ کہانی درج ہے۔ اس لئے قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہے کسی شخص نے آدمیوں کی تاریخ لکھدی ہے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۹۹ اب ذرا وید کو ملاحظہ فرمائیے۔

”اے پڑھی لکھی استری اس علم و عقل کے لئے اور تعلیم و تربیت کے لئے اپنی بیوی بنانا ہوں یجروید ۲۳/۳۵ اے میرے بیٹے علم کی تحصیل کے لئے ثابت قدم ہو یجروید ۱۱/۲۳ آپ منگل سروپ میں میری پتا ہیں۔ یجروید ۲۲/۳۳

لے ہمارے باپ دادا اور پردادا آپ ہماری زندگی کو پوتر کریں۔ آپ ہماری آرزوؤں اور ہماری محبت کو ہر طرح کامیابی دیں۔ یجروید ۱۹/۳۷

(خاکسار) آپ صاحبان کو معلوم ہو گیا جیسے قصہ کہانی ویدمیں تحریر ہیں۔ وہ کلام پاک میں نہیں لہذا جو اعتراض سوامی دیانند صاحب نے کیا تھا۔ وہ کلام پاک پر نہیں تھا۔ بلکہ وید پر تھا۔ اس لئے کہ وید میں ہی قصہ کہانی درج ہے۔ لہذا بقول سوامی دیانند صاحب وید جو ہے وہ کسی آدمی نے قصہ کہانی کی کتاب تحریر کر دی ہے یہاں پر ہی بس نہیں ذرا آگے سوامی دیانند صاحب کی قابلیت کا کرشمہ ملاحظہ ہو۔

”اور وہ عورت کہ محافظت کی اس نے شرمگاہ اپنی کی پس پھونک دیا ہم نے بیچ اس کی روح کو منزل چہارم سپارہ

(سوامی دیانند) ایسی فحش باتیں خدا کی کتاب میں خدا کی تو کیا کسی شائستہ آدمی کی بھی نہیں ہو سکتیں۔ جبکہ انسان ایسی باتوں کا لکھنا اچھا نہیں سمجھتے تو خدا کے سامنے کیونکر اچھا ہو سکتا ہے۔ ایسی باتوں سے قرآن بدنام ہو گیا ہے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷۰۰

(خاکسار) صرف کلام مقدس میں لفظ شرمگاہ کے ہونے پر سوامی دیانند جی نے قرآن پاک پر یہ خطرناک الزام لگایا ہے۔ لہذا وید کی تعلیم ملاحظہ ہو۔

میری بچہ پیدا کرنیوالی یونی (شرمگاہ) ویریہ ( ) پیدا کرنیوالی یونی ( ) اور میرا لنگ ( ) اپستھوگ ( ) مطابق دھرم کی راج کروں۔ یجروید ۲۰/۹

تیر گر بھاسیہ (رحم) حمل دھارن کے لایق ہے۔ تیرا گر بھاسیہ (رحم) کے تمام حصے خوبصورت ہیں۔ میں تیرے ساتھ دھرم پورک سماگم کر کے تیری گربھا شیہ میں حمل دھارن کروں یجروید باب ۲۶ شد ۲۹

اس منتر میں ہم نے گندے الفاظ کے معنی کرنے میں بہت حد تک اجتناب کیا ہے۔ کیونکہ اس میں ایسی فحش باتیں ہیں۔ جنکو تہذیب کسی صورت میں بھی روا نہیں رکھ سکتی۔ اب جو اعتراض سوامی دیانند کا کلام مقدس پر تھا اس سے بدرجہا زاید وید کی تعلیم پر عاید ہو گیا نتیجہ: معلوم ہوتا ہے اور مندرجہ بالا تحریر و ثبوت سے بالکل ظاہر ہو گیا کہ یا تو سوامی دیانند جی وید و شاستر کی تعلیم سے حافظ قطعاً ناواقف تھے، یا اگر واقف تھے تو وہ اسکو صحیح مانتے نہیں تھے۔ جیساکہ اوپر کے اعتراضات سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہے۔ یہ تھی سوامی دیانند صاحب کی قابلیت کہ جسپر آریہ صاحبان [illegible]

ضروری اطلاع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مندرجہ ذیل خریداروں کا سال شروع اگست یا ستمبر تک ختم ہے۔ ان سب کے نام یکم ستمبر کو وی پی ہوں گے۔ اگر کسی صاحب کو کسی وجہ سے آئندہ سال کے لئے نور کا ساتھ منظور نہ ہو تو وہ ۲۵ اگست سے پہلے پہلے دفتر نور میں اپنے ارادہ سے ضرور اطلاع دیدیں۔ جو دوست نور سے جدائی اختیار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان پر ایک گونہ افسوس تو ضرور ہوتا ہے۔ کہ وہ نور ایسے مجاہد اور غازی پرچہ جو تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کا واحد ذریعہ ہے کے لئے تین روپیہ سال کی تھوڑی رقم بھی قربان نہیں کر سکتے۔ مگر ان لوگوں کی بے اعتنائی کا کیا کہنا جو باوجود پیشتر اطلاع ملنے کے بھی خاموش رہتے ہیں۔ وی پی واپس کر کے دفتر نور کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اخلاقی گناہ ناقابل عفو ہے۔ اگر وہ ایک مجاہد پرچہ کی کوئی اعانت نہیں کر سکتے۔ تو نقصان پہنچا کر حوصلہ شکنی کیوں کریں۔

۶۷/ اخونزادہ محمد افضل خاں	۲/ ہے	۱۰/ ہهنت اندرداس صاحب	۲/ ہے
۱۲۴/ مولوی کرم داد صاحب	۲/ ہے	۱۱/ جناب لچھمیہ نرسیہ صاحب	۲/ ہے
۱۱۳/ چوہدری عبدالمالک صاحب	۲/ ہے	۱۵/ شیخ محمد غوث صاحب	۲/ ہے
۱۸۹/ کے۔ ایس ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب	۲/ ہے	۲۲/ جناب غلام حسن خانصاحب	۲/ ہے
۲۸۴/ سید محمد عقیل صاحب	۲/ ہے	۲۳/ سید ابوالحسن صاحب	۲/ ہے
۳۸۱/ منشی فتح محمد صاحب	۲/ ہے	۲۱/ شیخ حمید احمد خانصاحب	۲/ ہے
۳۱۶/ بابو محمد ثناء اللہ صاحب	۲/ ہے	منشی چراغ الدین صاحب ملکھے والہ	۲/ ہے
۴۰۸/ جمعدار کرم داد خانصاحب	۲/ ہے	۹۸/ جناب عبدالوحید صاحب	۲/ ہے
۴۹۴/ جناب محمد یعقوب صاحب	۲/ ہے	۱۰۰/ جناب محمد عبداللہ صاحب	۲/ ہے
۶۸۲/ جناب محمد یوسف علی صاحب	۲/ ہے	۱۰۱/ بابو عبدالحق صاحب	۲/ ہے
۶۸۳/ میرزا احمد صادق صاحب	۲/ ہے	۱۰۳/ مولوی غلام غوث صاحب	۲/ ہے
۶۸۵/ شیخ عبدالحق صاحب	۲/ ہے	۱۰۴/ چوہدری فقیر اللہ خان صاحب	۲/ ہے
۶۸۶/ میاں فتح محمد صاحب	۲/ ہے	۱۰۵/ جناب محمد اکبر خانصاحب	۲/ ہے
۶۸۹/ منشی محمد حسین صاحب	۲/ ہے	۱۰۶/ مولوی بلال احمد صاحب	۲/ ہے
۶۹۱/ شیخ رشید احمد صاحب	۲/ ہے	۱۰۹/ ڈاکٹر شیر محمد صاحب	۲/ ہے
۶۹۳/ حکیم سراج الدین صاحب	۲/ ہے	۱۱۰/ حاجی محمد بن عبداللہ صاحب	۲/ ہے
۶۹۵/ حاجی احمد جان صاحب	۲/ ہے	۱۱۱/ سید عبدالعزیز شاہ صاحب	۲/ ہے
۶۹۷/ چوہدری محمد حیات صاحب	۲/ ہے	۱۱۲/ بابو نظام الدین صاحب	۲/ ہے
۶۹۸/ ملک محمد حسین خان صاحب	۲/ ہے	۱۱۳/ بابو محمد حسین صاحب	۲/ ہے
۷۰۹/ جناب امیر علی صاحب	۲/ ہے	۱۱۴/ میاں محمد شفیع صاحب	۲/ ہے
۱۱۵/ مسٹر عبدالسلام صاحب	۲/ ہے	۱۱۶/ ایم عابد شریف صاحب	۲/ ہے
۱۱۷/ بابو کرم الہی صاحب	۲/ ہے	۱۱۸/ حکیم ابراہیم صاحب	۲/ ہے
۱۱۹/ شیخ محمد اسحاق صاحب	۲/ ہے	۱۲۰/ سید محمد اقبال حسین صاحب	۲/ ہے
۱۲۱/ جناب محمد یوسف صاحب	۲/ ہے	۱۲۲/ بابو عبدالستار خانصاحب	۲/ ہے
۱۲۳/ ملک سلطان محمود خانصاحب	۲/ ہے	۱۲۴/ جناب برکت اللہ صاحب	۲/ ہے
۱۲۵/ شیخ محمد عبداللہ صاحب	۲/ ہے	۱۲۶/ جناب عطا حسین شاہ صاحب	۲/ ہے

نومسلم چوہڑے

یعنی خوجہ، مسلی، کٹانہ،

(از قلم جناب خانبہادر میرزا سلطان احمد خان صاحب پنشنر ای۔ اے سی)

مردم شماری ۱۹۱۱ء میں پنجاب کے صوبہ میں چوہڑوں کی تعداد دس لاکھ تھی اور مردم شماری ۱۹۲۱ء میں سات لاکھ رہ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ تین لاکھ چوہڑے بیس برس کے عرصہ میں عیسائی ہو گئے ہیں۔ اضلاع ملتان، مظفرگڑھ، منٹگمری، ڈیرہ غازیخان میانوالی، شاہ پور، سرگودہا، گجرات وغیرہ میں عیسائیوں کی تبلیغ سے پہلے زمینداران اضلاع نے بطور خود ان چوہڑوں کو تبلیغ کی۔ جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ صدہا نہیں بلکہ ہزاروں مسلمان ہو گئے۔ جن کو مسلی، خوجہ، کٹانہ، کہتے ہیں۔ اگر یہ تعداد چوہڑوں میں محسوب کی جائے۔ اور کی جانی چاہیئے۔ تو کہا جائیگا۔ کہ بہ نسبت عیسائیوں کے اسلام میں زیادہ تر چوہڑے داخل ہوئے۔ اور اس سہولت اور عمدگی سے کہ کسی کو پتہ بھی نہ لگا۔ یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ ان نومسلم چوہڑوں میں سے شاید فی صدی پانچ چھ چوہڑے نومسلم ایسے نہیں نکلیں گے۔ کہ جو کسی مولوی صاحب کے وعظ یا ملقین کا اثر ہو۔ یہ کام زمینداروں نے بطور خود کیا۔ اور خود ہی سنبھالا۔ اور سب سے پہلے مسلمانوں نے چوہڑوں کو مسلمان کیا۔ اور زاں بعد گورو گوبند سنگھ جی کی علم کے نیچے۔ ان کو سکھ بنا کر اور رہو ہل دیگر، مذہبی کے نام سے داخل سکھ مذہب کیا گیا۔ اس کے بعد عیسائیوں کی کوشش شروع ہوئی۔ عیسائیوں کی خاموش کوشش کے ذریعے سے بے شک ایک معقول تعداد داخل عیسائیت ہو چکی ہے ان دونوں کوششوں کا تو اثر پیدا ہوا کہ مذہبی تو سکھ بنکر فوج میں داخل ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ ان کی حیثیت اچھی بنتی گئی۔ چنانچہ اس وقت مستقل طور پر بھی مذہبی پلٹنیں ہیں۔ اور بشمول دیگر پلٹنوں میں بھی رکھے جاتے ہیں۔ دوسری طرف نو مریدان مسیحی چوہڑے بھی تربیت تعلیم کے لحاظ سے مذہبیوں سے کم نہیں خیال کئے جاتے۔ ان دونوں شقوں کے مقابلہ میں تیسری شق نومسلم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چوہڑوں کی اگرچہ اس قوم سے تھی۔ اور اس ملک کی آب وہوا کے پرورش یافتہ تھے جو قوم اور جس ملک کے رہنے والے مذہبی اور عیسائی چوہڑے۔ لیکن مسلمانوں کی غلطی اور علماء کرام کے مشاغل کفر و ارتداد نے ان بیچاروں کی حالت میں کچھ بھی ترقی نہ ہونے دی۔ مذہبیوں کو تو اب کوئی چوہڑا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ان میں بعض کیا اکثر لوگ فوجی امتیازات سے ممتاز ہیں۔ بڑے بڑے سردار ہیں اور بڑے بڑے جاگیر دار ہیں۔ عموماً تعلیم بھی پاتے ہیں۔ اور کم از کم ہر مذہبی فی صدی پچہتر گورمکھی خوان بھی ہے۔

ادھر عیسائی چوہڑے عیسائی ہو کر مسٹر بن گئے ہمارے نومسلم چوہڑے بدقسمتی سے چوہڑے کے چوہڑے ہی رہے۔ فوجوں اور پولیس میں جگہ ملنا تو دوسری بات ہے۔ خود ہم مسلمانوں نے بھی ان کو نظرانداز کر رکھا ہے۔ نہ مجلسی ضروریات میں سے ان کو دخل دیا گیا۔ اور نہ قومی تقریبات میں ان کا نام لیا گیا۔ وہی کاسہ وہی آش

اسوقت تک یہ بھی نہیں سنا گیا۔ کہ دیگر مسلمانوں یا نومسلم چوہڑوں نے کبھی اپنی بابت یہ کوشش کی ہو کہ ان کی مجلسی اور تمدنی یا تربیتی اور تعلیمی حالات کا کیا کچھ اندازہ ہے۔ اور کیا کچھ ہونا چاہیئے۔

جس طرح سے عیسائیوں اور سکھوں نے اپنے نومریداں کی تربیت تعلیم اور ترقی میں کوشش کی ہے مجھے تو یاد نہیں۔ کہ کبھی ہم نے ایسا خواب دیکھا ہو۔ وہ نومسلم چوہڑے جو کسی طرح سے بھی دوسرے مذاہب کے نومسلموں سے کم نہیں ہیں۔ بلحاظ ذہنی کیفیات اور جسمانی قد و قامت کے یہ مسلی یا نومسلم چوہڑے ویسے ہی ہیں۔ جیسے کہ عیسائی اور مذہبی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے۔ کہ وہ جن مذاہب میں داخل ہوئے یا داخل کئے گئے ان کے سرپرستوں نے رفتہ رفتہ ان کو یہاں تک پہنچا دیا۔ اور ہم مسلمان اپنی ہی کھیل اور افتائے کفر و ارتداد میں رہے کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج اس قوم کے نومریدان مسیحی اور نومریدان سکھی ہیں تو ایک نہیں بلکہ بیسیوں اور پچاسوں با اقبال و با ثروت تربیت یافتہ اور یافتہ خطاب دکھائی دیتے ہیں۔ ہمارے نومسلموں میں فی صدی ایک کیا بلکہ ۱/۲ بھی ایسے نظر نہیں آتے۔ ہاں چور، غلام، ذلیل وغیرہ وغیرہ فی صدی ایک سو پانچ سے بھی زیادہ ہیں۔

کیا اسلام کی یہ پہلی نشانی ہے۔ کہ جو اس میں آئے وہ اپنی پہلی حالت سے بھی گر جائے۔ یا یہ کہ ہم مسلمانوں کی کمزوری اور غفلت ہے۔ کہ یہ کثیر التعداد اب تک زاویہ ذلت میں پڑی ہے۔ اور ہم توجہ بھی نہیں کرتے ہر قوم اس وقت کوشش کر رہی ہے۔ کہ وہ اپنے نام لیواؤں کو حتی الامکان ابھارے۔ اور ترقی کے درجے پر پہنچائے۔ کوئی قوم اور نومسلم تعداد اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ خود قوم کے دوسرے لوگ ان کو ان منازل تک نہ پہنچائیں بار بار یہ کہنا کہ مسلمانوں میں مساوات کی یہ ڈگریاں ہیں۔ اور جب عملی وقت آئے تو نومسلم چوہڑوں سے وہ سلوک کرنا جو اس وقت ہم ان نومسلم چوہڑوں یعنی مسلیوں وغیرہ سے کر رہے ہیں کس قدر حیرت افزا ہے کیا ہمارے لیڈروں اور علمائے کرام۔ شرفائے ذی احترام۔ انہی لوگوں کے واسطے ہیں۔ جو تربیت کی کوشش کر سکتے ہیں۔ جن کے مکانات بڑے بڑے جن کے دستر خوان پر مختلف اطعمہ لذیذ چنے ہوئے ہوں جو بگھیوں اور فٹنوں اور موٹروں پر سوار ہو کر نکلتے ہوں۔ یا وہاں تک بھی ان کی برکات عظیمہ کا اثر ہونا چاہیئے۔ جو اس وقت سیاہ رنگت رکھکر دونوں وقت خشک روٹی کے عادی ہوں۔ جن سے اب تک زمیندار دو دو چار چار روپیہ دے کر کام لیتے ہوں جیسے کہ ان مسلیوں سے کام لیا جاتا ہے۔

کاش ہمارے مغز اور دل میں مساوات کا جوش نہ ہوتا۔ اور ہم بڑے بڑے لیکچروں میں علمائے کرام اور لیکچرار عظام کو یہ کہتے ہوئے نہ سنتے کہ اسلام میں یہ مساوات ایسی ہے۔ کہ جس کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ جاؤ ان مسلیوں اور چوہڑوں کے گھروں میں اور جاؤ سانسیوں کی جھونپڑی میں کہ ان کے مقابلہ میں اسلامی مساوات برقعہ پوش ہو کر قلق اور اندوہ دل سے کیا کچھ سنا رہی ہے۔ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

چونکہ تم سیاہ رنگت کی امت ہو اور تمہارے گھرانوں کے دروازوں پر شیخ، سید، مغل، پٹھان راجپوت وغیرہ کا نام نہیں لکھا۔ تم اس قوم میں سے ہو۔ کہ جس کو ہندو اپنے فرش پر بھی آنا گوارا نہیں کرتے تم اس بدبخت نسل میں سے ہو جو کہ۔ جویا۔ اور پنوال وغیرہ ہو کر اس بری حالت میں دھکیل دیئے گئے ہیں تم وہ بدنصیب ذریات ہو کہ بحر اسلام میں بھی تیر کر اپنی قسمت کا فیصلہ نہ کر سکی۔ میں تمہارے واسطے نہیں ہوں۔ بلکہ میرا فرض تو یہ ہے۔ کہ بڑے بڑے لیڈروں بڑے بڑے شریفوں کی زبان سے مشغلے اور خودنمائی کے طور پر دوسری قوموں سے ہم آواز ہوں۔ اچھا میں اب جاتی ہوں خدا حافظ

وقت آگیا ہے۔ قوم کے لوگ ہاں زمیندار جو اس قوم سے شب و روز کام لیتے رہے ہیں۔ اور دوسرے الفاظ میں یہ ان کے کالبد زمینداروں کے ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ اٹھیں اور توجہ کریں اور دیکھیں اور غور کریں۔ کہ ان کے واسطے کیا کچھ ہو سکتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ مذہبی اور عیسائی نومریداں کی طرح ان کی تعلیم اور تربیت کا انتظام ہو۔

(۲) عملی رنگ میں ان کو مسلمان سمجھا جائے۔ اور جس طرح دوسری قوموں کے نومسلموں کے ساتھ سلوک ہوتا ہے۔ وہی ان کے ساتھ بھی کیا جائے۔

(۳) جس طرح مذہبی سرکاری فوج اور پولیس وغیرہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسی طرح ان کی بابت بھی گورنمنٹ کو توجہ دلائی جائے۔ کہ کیوں ان کو فوج میں نہیں داخل کیا جاتا۔ یا کیوں ان کو پولیس میں نوکری نہیں دی جاتی۔ وہ بلحاظ قد و قامت اور جسمانی طاقت کے مذہبیوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ (۴) زمینداروں کو خاص طور پر کوشش

لطائف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تینوں مفت کھا گئے

تین مفت خورے بغداد میں ایک نان بائی کی دوکان پر گئے۔ اور کھانا مانگ کر کھانے لگے۔ جب کھانا کھا چکے تو ایک ان میں سے اٹھکر رخصت ہونے لگا۔ نانبائی نے دام مانگے۔ اس نے بیچیائی سے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرکے کہدیا۔ کہ جب اس پہلے آدمی نے پیسے دیئے تھے تو میں نے بھی اس کے ساتھ ہی دیئے تھے۔ نانبائی نے سر پیٹ لیا۔ اور کہا اس نے بھی تمہاری طرح ابتک پیسے نہیں دیئے۔ اس پر جھگڑا ہونے لگا۔ اور لوگ جمع ہونے لگے۔ تو تیسرے نے بسورنا شروع کیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ اس نے کہا۔ کہ جب نانبائی اتنا جھوٹا ہے۔ کہ ایسے دو شریف آدمیوں کے پیسے لینے سے مکر گیا ہے۔ تو میرے کب قبول کرے گا۔

خوب سبق دلایا

ایک صاحب بہادر کی ایک میم صاحبہ نے خوب مرمت کی صاحب نے عدالت میں حملہ کی نالش کی عدالت نے پیشی کے وقت شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی کا قصور معاف کرو۔ شوہر نے کہا حضور میں بارہا اس سے پہلے معاف کرکے اسکو گستاخ کر چکا ہوں۔ اب کے اسکو سزا ہونی چاہیئے اسپر جج نے ۰ اشلنگ جرمانہ بولدیا۔ بیوی نے کہا کہ میرے پاس تو تین کانے بھی نہیں آخر شوہر نے بصد مشکل اثاث البیت کو گروی رکھکر عدالت میں ۰ اشلنگ ادا کئے اور بیوی کو رہا کرایا۔ راستہ میں آپ بیوی جان کو کہتے ہیں۔ کہ تم بھی باز نہیں آتی تہیں کہو تو اب کیسا سبق دلایا۔

ایک لایق شاگرد کا جواب

ایک بار کوئی لڑکا مدرسہ میں بہت دیر کرکے پہنچا استاد نے خفا ہوکر پوچھا کہ تو نے آج اتنی دیر کیوں کی۔ اس نے جواب دیا کہ جناب کچھ نہ پوچھیئے۔ راستہ میں اتنی کیچڑ تھی کہ ایک قدم آگے رکھتا تھا تو دو قدم پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ استاد نے سوال کیا کہ اگر یہی کیفیت تھی تو تم یہاں تک کیونکر پہنچے۔ شاگرد بولا جناب میں نے جب یہ حال دیکھا تو پھر کر گھر کی طرف چلنا شروع کیا۔ اس تدبیر سے مدرسہ میں پہنچ گیا۔

پیٹ کے درد میں آنکھ کا علاج

ایک مریض نے ایک حکیم صاحب کی خدمت میں جاکر عرض کی۔ کہ میرے پیٹ میں درد ہے۔ حکیم صاحب نے پوچھا کہ تم نے کیا کھایا تھا۔ اس نے کہا کہ کچی روٹی تھی جسکو میں کھا گیا۔ حکیم صاحب نے کہا کہ تمہارے پیٹ کی بجائے تمہاری آنکھ میں دوائی لگانی چاہیئے۔ مریض نے کہا کہ جناب آنکھ کو پیٹ کے درد سے کیا نسبت۔ حکیم جی نے کہا اگر تمہیں آنکھ سے اچھی طرح نظر آتا تو تم کچی روٹی نہ کھاتے۔

شریر لڑکا

ایک استاد نے جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ ایک لڑکے سے سوال کیا کہ دو آدمیوں کے کتنے ہاتھ ہوتے ہیں۔ شریر لڑکے نے ہنس کر کہا کہ

دلچسپ اور مفید باتیں

حکمت کے موتی

(۱) عالم جاہل کو اس لئے پہچانتا ہے۔ کہ وہ بھی جاہل رہ چکا ہے۔ اور جاہل عالم کو اس لئے نہیں پہچانتا۔ کہ وہ کبھی عالم نہیں رہا (۲) میرے لئے علم کی فضیلت یہی ہے۔ کہ میں اس بات کو جانتا ہوں۔ کہ میں عالم نہیں ہوں (افلاطون)۔ (۳) آدمی دنیا میں اپنی ملی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ نہ کہ انفرادی حیثیت سے (۴) ہر قوم کا دارومدار اس کے دو فرقوں پر ہوتا ہے۔ (۱) علما اور امرا (۵) خوبصورت عورت آنکھ کی مسرت ہوتی ہے۔ اور خوش اخلاق دل کی (۶) جب کسی۔ شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگے۔ کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا زوال شروع ہوگیا۔ (۷) بیماروں کو دیکھکر اپنی صحت کا شکر کرو۔ اور دعا کرو کہ خدا تم کو بیمار نہ کرے۔ (۸) خوف کرنا نصف عمل ہے۔ مآل اندیشی نصف عقل میانہ روی اور اعتدال نصف سخاوت (۹) زیادہ کھانا دل کو مارتا ہے۔ جیسے کثرت پانی کھیت کو خراب کرتی ہے (۱۰) رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرو۔ اور دن کے کھانے کے بعد قیلولہ تاکہ بدن تندرست رہے (۱۱) محبت عجب رشتہ ہے کہ بیگانہ کو یگانہ کر دیتی ہے۔ جو آدمی شریعت کے مطابق چلتا ہے۔ کبھی کسی بلا میں نہیں پھنستا (۱۲) خوراک اور پوشاک ایسی اختیار کرو جو موجب خندہ زنی نہ ہو۔ (۱۳) جلدی اور سستی کاموں میں باعث ذلت ہے۔ اعتدال اچھا ہے۔ (۱۴) جو چیز اپنی قوت بازو سے بوجہ حلال ہو۔ تو غنیمت ہے۔ (۱۵) درویش وہ ہے جو کسی چیز کی طمع نہ کرے اور دینے سے منع نہ کرے اور جو پاوے جمع نہ کرے (۱۶) سوال کرنا آدمی کو بے حیا اور چشم خلایق میں حقیر کر دیتا ہے۔ (۱۷) ملک اور قومی خدمت کا خیال ضرور رکھو تم نمونہ بنو کہ دوسرے تم سے سیکھیں۔ (۱۸) اپنے سے بڑے کی صحبت میں بیٹھو ہمیشہ یہ خیال رکھو کہ اچھی صحبت سے کچھ سیکھکر اٹھو۔ (۱۹) بری صحبت سے اور خاصکر جاہلوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ (۲۰) جو کچھ پڑھو اس پر عمل کرو۔ اکثر لوگ پڑھتے بہت ہیں لیکن اسپر عمل نہیں کرتے۔ ان کی حالت سمندر کی مانند ہے۔ کہ پانی تو بہت ہے۔ مگر کسی کو فائدہ نہیں۔ اس سے تو ایک چشمہ بہتر ہے۔ جو کہ شیریں ہو۔ لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ تم بھی ایسے ہی بنو۔ تاکہ تم سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔ (۲۱) تم صرف خدا دل میں رکھو۔ جو شخص خوف خدا دل میں رکھتا ہے اس کو دنیا میں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خدا ترس آدمی کا قول و فعل راستبازی پر مبنی ہے۔

ہسٹنگز کا ایک پیام مظہر ہے کہ ایک لڑکی نے ہسٹنگز کے بجلی گھر کی چمنی پر جو دو سو فٹ اونچی تھی۔ ایک آدمی کو ساتھ لیکر چڑھ گئی۔ چمنی کے اوپر چڑھنے کے بعد تصویریں لی گئیں اور کارخانہ کے تمام لوگوں نے یہ تماشہ دیکھا۔

دوستوں کی ہمدردی کا عملی ثبوت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولوی محمد ظفر صاحب ایم. اے پلیڈر گڑگانوہ سے لکھتے ہیں

...ارسال خدمت ہیں۔ آپکا اخبار بہت اچھا کام کر رہا ہے ...ستحق یا ناداروں کے نام اخبار جاری کر دیں۔ نور کے دوبارہ ...لنے سے نہایت مسرت ہوئی" نور:۔ مولانا موصوف ہمارے ...میں شامل نہیں۔ مگر آپ کو نور کے ساتھ بہت محبت ہے ...خدا آپکو اس کا اجر عظیم دے۔

جناب چوہدری عبدالرحمٰن خانصاحب ہیڈ کلرک کوہاٹ سے لکھتے ہیں کہ نور کے بند ہونے کے اعلان سے بہت قلق ہوا تھا۔ اور دوبارہ اجراء سے کمال خوشی اللہ جزاء خیر دے میر سعادت علی صاحب کو جن کی قربانی سے نور کا پھر دیدار نصیب ہوا۔ پانچ خریداروں کی قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال اور ایک کے نام وی پی ہو" نور: یعنی کل چھ خریدار جزاک اللہ واحسن الجزاء

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب پنشنر ہیڈ کلرک ننکانہ سے لکھتے ہیں۔ کہ نور اس وقت سکھوں میں واقعی تبلیغ کا اکیلا ذریعہ ہے۔ اور اس نے سکھوں میں عظیم الشان کام کیا ایسا پرچہ ہرگز بند نہ ہونا چاہیئے۔ چار دوستوں کے نام اخبار وی پی کر دیں" نور: انمیں سے دو کے وی پی وصول اور دو کے واپس آئے۔

جناب منشی محمد یوسف علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ گوگیرہ لکھتے ہیں کہ اخبار نور جو سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ اخبار ہرگز بند نہ ہونا چاہیئے اس جماعت میں احمدیوں کی تعداد آٹھ ہے۔ پیشتر ازیں چار دوستوں کے نام اخبار جاری ہے۔ اب تین خریدار اور اس کمزور جماعت کی طرف سے دیئے جاتی ہیں۔ آپ نور و پے کا میرے نام وی پی کر دیں" نور: آج منشی صاحب موصوف نے ایک اور خریدار کی قیمت بذریعہ منی آرڈر بھجوا دی گویا جماعت میں آٹھ آدمی تھے۔ اور آٹھ ہی خریدار اگر دوسری جماعتیں اس سے نصف بھی توجہ کریں تو نور کے مشکلات ایک ہفتہ کے اندر اندر دور ہو سکتے ہیں۔

جناب حافظ عبدالعلی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن لکھتے ہیں کہ اخبار نور پہنچا الحمد اللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور میں آپ کو یہ اجازت دیتا ہوں کہ آئندہ پرچہ جو غالباً اگست میں شایع ہوگا ایک سال تک آپ ہر ایک پرچہ نور کا میرے نام وی پی فرما دیا کریں۔ مجھے آپ کی کافی خدمت اس وقت تک باوجود کوشش کے نہ کر سکنے کا افسوس ہے۔ اور آپ کے ساتھ خوان ملت کی بے اعتنائی کا دلی صدمہ ہے۔ اللہ آپکا یار و مددگار ہو" نور کے متعلق آپ کی مربیانہ سعی ہمیشہ قابل شکریہ رہی ہے۔ اگر آپ ایسے پانچ سات احباب بھی نور کے ہمدرد پیدا ہو جائیں۔ تو پھر نور کے مالی مشکلات حل ہونے میں شبہ ہی کیا۔ اللہ آپکا حامی و ناصر ہو اور دوسرے دوستوں کو بھی آپ کی طرح نور سے ہمدردی کی توفیق دے

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ کہ نور کے بند ہونے کا پڑھ کر مجھے سخت قلق ہوا۔ اگر آپ دوبارہ جاری کریں میں تو مستقل خریدار رہوں ہی اپنے علاوہ تین مستقل خریداروں کی قیمت نقد ادا کروں گا اشاعت اسلام خود اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ خود سامان مہیا کر دیگا" جزاک اللہ احسن الجزاء

شیخ سمیع اللہ صاحب پائل سے لکھتے ہیں۔ کہ آپکا آخری پرچہ اخبار نور نظر سے گذرا۔ پڑھ کر نہایت رنج والم ہوا۔ کہ ایسا غازی و مجاہد پرچہ جس کے کارہائے نمایاں کی دوست و دشمن سب معترف ہیں۔ داغ مفارقت دے رہا ہے۔ کیا احمدی قوم کی بے اعتنائی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ کہ وہ ایسے مفید پرچہ کیلئے اور تو اور چیہ سو خریدار بھی مہیا نہیں کر سکتی۔ نور کا ایسے وقت میں بند ہونا۔ جبکہ آریہ قوم نے از سر نو یورش شروع کر دی ہے۔ احمدی قوم کیلئے ماتم کا مقام ہے جسب ذیل دو خریداروں کے نام تو آپ اخبار نور علی الترتیب بذریعہ وی پی جاری کر دیں۔ اور دو کی قیمت بذریعہ وی پی مجھ سے وصول کر لیں" نور چار خریداروں کی قیمت وصول ہو گئی جزاک اللہ احسن الجزاء

جناب سید عباس علی شاہ صاحب ریلوے گارڈ لائلپور باغ سے لکھتے ہیں۔ کہ کل اخبار نور پہنچا۔ الحمد اللہ پاک ...

نے اپنے فضل و کرم سے اس ڈوبتی ناؤ کو بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے حضرت میر سعادت علی صاحب کو جن کے دل میں درد پیدا ہوا۔ اور بر وقت اعانت کر کے احمدیت کی شان کو دوبالا کر دیا جزاکم اللہ احسن الجزاء انشاء اللہ تنخواہ ملنے پر کچھ ناچیز خدمت کروں گا۔ فی الحال آپ ایک پرچہ بابو عبدالغنی صاحب ...... اور دوسرا پرچہ سید مبارک شاہ صاحب کے نام وی پی کریں" نور: بابو عبدالغنی صاحب پرچہ تو وصول ہو گیا۔ اور سید مبارک شاہ صاحب کا پرچہ عدم پتہ ہو کر واپس آ گیا۔

جناب بابو محمد عمر صاحب اورسیر احمدی دہلی سے لکھتے ہیں کہ آپ کے اخبار کے اجاری ہونے کی از حد خوشی ہوئی۔ میں اپنی طرف سے دو خریدار دیتا ہوں۔ مندرجہ ذیل احباب کے نام وی پی بھیجدیں۔

جناب صوفی محمد فضل الٰہی صاحب جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ میرٹھ لکھتے ہیں کہ یہ معلوم کر کے کہ آپ کا اخبار اشاعت کم ہونے کی وجہ سے بند ہو رہا ہے۔ اس لئے بطور اس فرض کے جو ہر ایک احمدی کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ کہ اپنے اخبارات کو جاری رکھے۔ ہم میں سے تین دوست اس بات پر رضا مند ہوئے ہیں کہ آپ ان کے نام اخبار نور بذریعہ وی پی بھیجدیں"۔ نور: جزاک اللہ احسن الجزاء۔ اگر دوسری انجمنیں بھی اپنے فرض کو پہچانیں تو پھر گلہ ہی کیا۔

جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کوئٹہ لکھتے ہیں۔ کہ اخبار نور کے واسطے میں نے جمعہ میں تحریک کی تھی۔ مندرجہ ذیل پانچ احباب کے نام اخبار نور بذریعہ وی پی بھیجدیں"۔ نور: انمیں چار تو چھ ماہ کے لئے اور ایک ایک سال کے لئے جناب ڈاکٹر صاحب کی ہمیشہ نور کے ساتھ ہمدردی رہی ہے اور ہر آڑے وقت میں آپنے ساتھ دیا۔ اللہ کریم آپکو اجر دے

جناب برادر بابو عبدالرحمٰن صاحب رسالپور سے لکھتے ہیں۔ کہ فی الحال مندرجہ ذیل دو صاحبوں کے نام اخبار وی پی کر دیں ۱ کے دیکھا ہی ایک سال کے لئے ہو اور ۲ کے نام چھ ماہ کا"۔ نور: برادرم عبدالرحمٰن کو نور کے ساتھ جو محبت ہے۔ وہ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں نور کی توسیع اشاعت کی لگن ہے۔ اور آپ جہاں بھی جاتے ہیں۔ آپ کی دل و جان سے یہ کوشش رہتی ہے کہ نور کے لئے جس قدر ممکن ہو سکے خریدار مہیا کئے جائیں۔ اللہ بابو صاحب موصوف کا حامی و ناصر ہو

اگر آپ کو اپنی آنکھوں کی قدر ہے تو اسے ضرور پڑھیئے

مجھے صرف موتی سرمے سے آرام آیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جناب منشی فخرالدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر قادیان تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے بدقسمتی سے ککروں کی شکایت پیدا ہو گئی تھی عام مختلف ادویات استعمال کیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا۔ حسن اتفاق سے میں نے اپنے قدیم عنایت فرما جناب شیخ محمد یوسف صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے اپنا تیار کردہ موتیوں کا سرمہ عنایت کیا جو میں نے ان کی ہدایت کے مطابق استعمال کیا۔ دو چار روز میں ہی وہ شکایت دور ہو گئی اسی طرح میری اہلیہ کو بھی ککروں کی شکایت رہتی ہے۔ ان کو بھی ایک دو مرتبہ استعمال کروایا تو افاقہ ہوا۔ اس کے لئے میں شیخ صاحب کے علاوہ شکریہ خاص کے اس کامیابی پر مبارکباد دیتا

اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے جہاں اور دوائیں ناکام ثابت ہوئیں وہاں موتی سرمہ نے فوراً اثر مسیحائی دکھلایا۔ اگر آپ کو اپنی پیاری آنکھوں کی کچھ بھی قدر ہے۔ تو آپ آج سے ہی موتی سرمہ کا استعمال شروع کر دیں۔ جو انشاءاللہ آپ کی آنکھوں کی ہر قسم کی شکایت کو دور کریگا۔ اور علاوہ نور بصارت تیز کرنے کے آئندہ بیماریوں سے محفوظ رکھے گا۔ قیمت فی تولہ صرف دو روپے آٹھ آنے۔

اکسیر البدن رجسٹرڈ اپنی خوبیوں کی وجہ سے پہلی جسقدر دوا تیار ہوئی تھی وہ سب ہاتھوں ہاتھ اڑ گئی۔ اب نئی تیار ہو رہی ہے۔ برسات کے موسم کی وجہ سے ذرا دیر سے تیار ہو گی۔ خواہشمند احباب جلد اپنا نام رجسٹرڈ کروالیں ورنہ پھر بعد میں دوبارہ تیار ہونے تک کا منتظر رہنا پڑے گا۔ کیونکہ بوجہ قیمتی اشیاء کے کم مقدار میں تیار کی جاتی ہے۔ یہ دوا کیا ہے گویا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا صرف اس دوا ہی کا کام ہے۔ گویا ہر قسم کی بدنی و دماغی کمزوری کے لئے اکسیر اعظم ہے قیمت ایک ماہ کی خوراک صرف پانچ روپے۔

اکسیر معدہ یہ کون نہیں جانتا کہ کمزور معدہ انسانی زندگی کو نکما بنا دیتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں تو قریباً ہر ایک معدہ کمزور ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ درد شکم اپھارہ باد گولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا۔ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ ترش ڈکاریں۔ جی کا متلانا۔ ہیضہ۔ ہچکی۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا وغیرہ ہوتا ہے۔ اکسیر معدہ نہ صرف ان عوارض کو ہی دور کرتی ہے۔ بلکہ ہاضمہ کو تیز۔ بھوک کو بڑھاتی معدہ کو طاقت دیتی اور رنگ کو نکھارتی ہے۔ قیمت ایک شیشی صرف دو روپے۔

المشتہر

منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔

تبلیغ کے لئے بہترین کتابیں

آریہ مذہب کی حقیقت آریوں میں تبلیغ کے لئے بے نظیر کتاب جسپر الفضل، مسلم آوٹ لک، زمیندار، سیاست وغیرہ اخبارات نے نہایت ہی زبردست ریویو کئے۔ اور اکثروں نے یہ لکھا کہ آریوں میں تبلیغ کے لئے آجتک اس سے بہتر کوئی کتاب شایع نہیں ہوئی۔ اشدھی کے جہاز کو پاش پاش کرنے کے لئے یہ بہترین تارپیڈو ہے۔ آریوں نے اشدھی کے لئے پھر سر اٹھایا ہے اس لئے آج کل ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں یہ تبلیغی طمانچہ ہونا چاہیئے۔

قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

ہندو دھرم کی حقیقت یعنی سناتن دھرم پر ایک تنقیدی نظر آج تک مسلمانوں کی طرف سے سناتن دھرم کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں میں تبلیغ کی بہت ضرورت ہے کیونکہ ان لوگوں کو آریوں کی طرح اسلام سے خدا واسطہ کا بیر نہیں ہے۔ لہذا اس قابلقدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا۔ اس کتاب کے متعلق ذی علم دوستوں کی یہ رائے ہے کہ آج تک سناتن دھرم کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب شایع نہیں ہوئی۔ لہذا دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس تبلیغی حربہ کو نہ صرف خود پڑھیں بلکہ اگر اللہ اشاعت اسلام کے لئے توفیق دے۔ تو اسے کثرت کے ساتھ سناتنی دوستوں میں مفت تقسیم کریں۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

مسلمانوں کے احسان سکھوں پر آج کل آریوں کا مسلمانوں کے خلاف بڑے سے بڑا پراپیگنڈا یہی ہے۔ کہ مسلمانوں نے سکھ گوروؤں اور سکھوں پر بہت مظالم توڑے۔ یہ کتاب اس زہر کا بہترین تریاق ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان سکھوں پر ہمیشہ احسان کرتے رہے۔ اور ان کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہایا۔ اور ان الزامات کے مورد مسلمان نہیں بلکہ ہندو ہیں۔ آج کل اس کتاب کی جتنی بھی اشاعت ہو کم ہے قیمت ۵؍

پروفیسر رام دیو کے چھ سوالوں کا جواب مشہور آریہ اپدیشک پروفیسر رام دیو بی۔ اے کے اسلام پر حسب ذیل چھ اعتراضات کا دنداں شکن جواب (۱) قرآن مجید آنحضرت کا روزنامچہ ہے (۲) فرشتوں کا ذکر شاعرانہ ہے۔ (۳) پردہ بری چیز ہے (۴) کثرت ازدواج زناکاری ہے (۵) گوشت انسان کی قدرتی غذا نہیں ہے۔ (۶) قرآن مجید کی نسبت گیتا اور رامائن زیادہ پاکیزہ ہیں۔ اس رسالہ میں ان سوالوں کا جواب ایسا دنداں شکن دیا گیا ہے۔ گویا کہ معترض کو گھر تک پہنچا دیا ہے۔ اور تو اور خود پروفیسر موصوف بھی اسکو پڑھ کر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے قیمت ؁

ملنے کا پتہ منیجر نور بک ڈپو نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور